راحت جبیں

مکمل ناول

سردی کی شدید لہر نے جب پہلی بار دھرتی کو اپنی لپیٹ میں لیا تو بقول اقصیٰ کے سب سے پہلے اور سب سے زیادہ بی بی نورا ہی ٹھٹھری ہوں گی۔ سردی تو مانو جی کا جنجال تھی اس کے لیے۔ پورے گھر میں بوڑھے نانا نانی کے ساتھ پہلا لحاف اور پہلی جرسی اسی کی نکلتی تھی اور شامت اعمال اس دفعہ سردی عین ان ہی دنوں وارد ہوئی تھی جب بی بی نورا گریجویشن کے بعد فارغ ہو کے گھر بیٹھ گئی تھیں اور فراغت کے ان لمحات کو پوری طرح انجوائے کرنے کی پلاننگ کر رہی تھیں۔

"اس سال سردی آنی ہی نہیں چاہیے تھی۔" وہ جلتے چولہے کے نزدیک تر تھی۔ اس کے باوجود اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ چولہے پر دھری گرم پانی کی دیگچی اتار کر خود سوار ہو جائے۔

"لیکن تمہیں تو سردی بہت پسند تھی۔ اب تک تمہاری ڈائریاں بھری ہوئی ہیں سردیوں کی چاندنی راتوں کے فسوں اور خوبصورتی کو بیان کرتے ہوئے۔" عفرا نے تحیر آمیز لہجے میں پوچھا اور ساتھ ہی مونگ پھلی کے چھلکے جلتی آگ میں جھونک دیے اور خود چھلی ہوئی مونگ پھلی دانہ دانہ کھانے لگی۔

"ہائے وہ سردی۔" نورا نے ایک حسرت زدہ

سانس بھری اور غم ناک نگاہوں سے ان دونوں کی طرف دیکھا۔ ”کیوں زخموں کو کرید رہی ہو بہنو! کیا زندگی تھی وہ بھی۔ سارا کام تو شہزا کر لیا کرتی تھی۔ مزے سے اٹھے 'کالج یونیفارم پہنا' جوگرز کسے 'جرسی چڑھائی 'بیگ 'فائل کندھے سے لٹکائے اور کالج۔“

”کیا فائل بھی کندھے پر لٹکتی تھی۔“

”ڈالو مذاق سکھیو۔ مگر دیکھنا ایک دن میری بھی شادی ہو جائے گی شہزا کی طرح۔ اس کے بعد تمہاری باری آئے گی بی بی عفرا۔“ اس نے دانت کچکچا کر عفرا کی طرف دیکھا۔ عفرا نے آخری دانہ منہ میں ڈالا اور بے نیازی سے کندھے اچکا کر بولی۔

”وقت آئے گا تو دیکھا جائے گا۔“

قصور نورا کا بھی کہاں تھا۔ ایک تو اسے سردی زیادہ لگتی تھی' دوسرے نجانے کیوں نانا جان کو جنہیں یہ سب لالہ جی کہتی تھیں۔ کسی نے بتا دیا تھا کہ صبح سویرے اٹھنا صحت کے لیے بہت مفید ہے اور یہ کہ لڑکیوں کو سحر خیزی کا عادی ہونا چاہیے اور یہ بات بقول ان تینوں کے لالہ جی کو بس سردیوں میں ہی یاد آتی تھی۔

اب ہوتا کچھ یوں تھا کہ کیونکہ وہ لوگ اوپر والے کمرے میں سوتی تھیں اور لالہ جی کے لیے چودہ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آنا کچھ اتنا سہل بھی نہ تھا۔ سو وہ اپنی لاٹھی کا بہت موزوں استعمال کرتے تھے کہ صبح بلکہ علی الصبح یہ لاٹھی ان کے کمرے کی کھڑکی پر برسنا شروع ہو جاتی تھی۔ نورا کے خیال میں یہ کھڑکی پر کم ان کے اعصاب پر زیادہ برستی تھی اور ان سے زیادہ محلے والوں کو جگانے کے کام آتی تھی کیونکہ اکثر ان لڑکیوں کی جگہ پڑوس میں سے آوازیں آتی تھیں۔

”لالہ جی! بس کریں۔ ہم اٹھ گئے ہیں۔“

اس کے باوجود لاٹھی کی اعصاب شکن ٹھک ٹھک تب ہی ختم ہوتی تھی۔ جب باری باری وہ تینوں اپنے جاگنے کا اعلان با آواز بلند نہ کر دیں اور نورا اپنی کھڑکی کھول کر یہ نہ کہہ دیں کہ ”لالہ جی ہم نہ صرف جاگ چکی ہیں بلکہ بستر سے بھی نکل آئی ہیں۔“

اور جب سے شہزا کی شادی ہوئی تھی۔ صبح ناشتے کی تیاری نورا کے سپرد تھی۔ اوپر سے سردیوں کے دنوں میں گھر صاف رکھنا اک کار دشوار تھا کہ گھر کچھ اس زاویے پر بنا تھا کہ سردیوں میں دھوپ بس دیواروں اور منڈیر تک ہی آتی تھی۔ سو برآمدے اور کمرے سیلن زدہ سے ہو جاتے۔ اس کے ساتھ ہی گھر کے عین پیچھے گراؤنڈ میں چاول چھڑنے کا کارخانہ تھا۔ بس سارا دن وہاں سے راکھ اڑ اڑ کر برآمدے' صحن' چھتوں اور سکھ چین کے پیڑ کو سیاہ کرتی۔ اچھے بھلے کپڑے اجلے کر کے سوکھنے کو ڈالے جاتے۔ اترتے تو سیاہی مائل ہوتے اور نورا نانی اماں کی ڈانٹ سنتے سنتے روہانسی ہوئی جاتی۔ اس کا بس نہیں چلتا تھا کہ وہ راتوں رات یہ کارخانہ اٹھا کر کہیں دور پھینک آئے یا اور کچھ نہیں تو کم از کم گھر کو ہی پہیے لگ جائیں اور کیونکہ یہ دونوں باتیں ناممکن تھیں تو ان دنوں دو چیزیں لازم و ملزوم ہو گئی تھیں۔

نورا اور جھاڑو۔

بقول عفرا کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ جھاڑو کہاں سے ختم ہوتی ہے اور نورا کہاں سے شروع ہوتی ہے۔

”مجھے لگتا ہے یہ کارخانے والے ساری رات ہماری چھت پر بیٹھے مٹھیاں بھر بھر راکھ یہاں اچھالتے ہیں۔“ نورا جھاڑو دیتے دیتے زچ ہو جاتی۔

”ہاں جی انہیں بس نورا سے دشمنی ہے۔“ عفرا سرہلاتی۔ اقصیٰ نے نورا کا یہ حشر دیکھا تو فوراً ہی پیشتر بی ایڈ میں ایڈمیشن لے لیا تھا۔ اب نہایت سکون سے جوگرز کسے' جرسی چڑھائے اور بیگ فائل کندھے سے لٹکائے کالج سدھار جاتی تھی۔ عفرا پہلے ہی آفس جاتی تھی سو پیچھے لے دے کر ایک نورا رہ جاتی تھی۔

*_*_*

نانی اماں کو اچانک احساس ہوا تھا کہ لڑکیوں کی تربیت اور گھر داری میں ابھی کسر باقی ہے اور یہ کہ لڑکیوں کو بھی زمانے کی ہوا لگ گئی ہے جو یہ ڈیک پر سارا دن گانے سنتی ہیں اور وی سی آر پر فلمیں دیکھتی

ہیں۔

"خدا گواہ ہے نانی اماں! کہ وی سی آر کو پڑے پڑے زنگ لگ جاتا ہے تب کہیں فلم دیکھتے ہیں۔" انجمنی جھولے میں بیٹھی بولی۔ وہ کب سے جھولا جھولتے ہوئے کھٹے میٹھے کینو کھا رہی تھی۔

"تو یہ رات بارہ بجے تک ٹی وی کے سامنے کیا کرتی ہو تم لوگ۔"

"نانی اماں! رات بارہ بجے پی ٹی وی پر کیا آتا ہے سوائے راگ رنگ کے۔" نورا نے منہ بنایا۔

"پھر بھی ابھی تم لوگوں کو مکمل گھرداری نہیں آئی۔" نانی اماں نے آخری فیصلہ صادر کیا۔

"یا خدا! ہمارے حال پر رحم فرما۔" مشین پر جھکی نورا نے دعا کی۔

"کیا بڑبڑا رہی ہو۔؟" نانی اماں نے اس کی بڑبڑاہٹ پر کان دھرے اور عینک کے پیچھے سے گھورا۔

"کچھ نہیں نانی اماں۔ میں یہ کہہ رہی ہوں کہ مجھے سب آتا ہے۔" نورا اٹھ کر ان کے پاس آ بیٹھی۔

"مثلاً ؟"

"مثلاً یہ کہ میں ایک بہت اچھی دھوبن، بہت اچھی باورچن اور بہت اچھی جمعدارنی ہوں۔"

اس نے فخریہ لہجے میں کہا۔ نانی اماں نے اسے عینک کے پیچھے سے سرتاپا گھورا اور استہزائیہ انداز میں مسکرائیں۔ عینک درست کی اور سنجیدہ لہجے میں بولیں۔

"مکئی کا آٹا کیسے گوندھتے ہیں۔"

"جی۔۔۔ وہ۔۔۔ وہ تو ماسی گوندھا کرتی ہیں۔"

"مکئی کی روٹی بنانی آتی ہے۔"

"نہیں۔"

"گندم چھاج کے ساتھ کیسے پھٹک کر صاف کرتے ہیں معلوم ہے۔؟"

"نانی اماں! لیکن۔۔۔" نورا نے کچھ کہنا چاہا۔

"کھاٹ میں ڈورے کیسے ڈالتے ہیں۔؟"

"چارپائی بنی آتی ہے۔؟"

نانی اماں کے تابڑتوڑ سوالوں نے نورا کو بوکھلا کر رکھ دیا۔ عفرا میگزین میں منہ چھپا کر ہنسنے لگی۔

"لیکن نانی اماں۔"

"بس تو پھر تمہیں کچھ نہیں آتا۔" اس کی بات سنے بغیر نانی اماں نے فیصلہ صادر کیا۔

"نانی اماں! یہ سارے کام نانیاں اور دادیاں کرتی تھیں۔" وہ جھنجلا کر بولی۔

"اے ہے کیا تمہارے ساتھ سسرال میں نانیوں، دادیوں کی فوج دوں گی میں جہیز میں۔" نانی اماں نے تنک کر کہا۔

"نانی اماں! یہ سارے کام آؤٹ آف فیشن ہو چکے ہیں۔" اس نے احتجاج کیا۔

"کہاں سے ہو چکے ہیں اور یہ مجھے فیشنوں کی مار مت مارا کرو۔ شہزا کرتی ہے سب کچھ۔"

"ہاں جی ایم ایس سی کیمسٹری کے بعد دھکیل دیا زمیندار گھرانے میں۔ اب وہ بچاری چارپائیاں بنتی ہیں اور مکئی کی روٹیاں پکا پکا کر کھلاتی ہیں سسرالیوں کو۔" عفرا کی آواز میگزین کی اوٹ سے برآمد ہوئی۔

ماہنامہ
عمران ڈائجسٹ
دنیا بھر سے
منتخب دلچسپ
کہانیاں
پیش کرتا ہے
دلکش تحریروں کا مجموعہ
تھکے ذہنوں کا سامان
ہر ماہ کی
5 تاریخ
کو شائع ہوتا ہے
کراچی
عمران ڈائجسٹ
اردو بازار • کراچی

"تجھے بڑی زبان لگ گئی ہے دفتروں میں کام کر کے۔" نانی کو اس کا دفتر جانا بہت چبھتا تھا۔

"نانی حضور! برائے مہربانی اب میرے آفس کے پیچھے مت پڑ جائیے گا۔" اس نے فوراً "میگزین ہٹا کر ہاتھ جوڑے۔

"اے ہے تو کیا نانی پاگل ہے۔ جو ہاتھ دھو کر تیرے دفتر کے پیچھے لگ جائے گی۔" نانی اماں کو پتنگے لگ گئے۔

"نانی اماں! آپ تو ہاتھ دھونے کی زحمت بھی نہیں کرتیں ویسے ہی۔" عفرا نے بات کہتے کہتے زبان دانتوں میں دبالی۔

"بہت بری بات لڑکیوں! اس طرح نانی کو تنگ کرتے ہیں۔" امی نے آکر دونوں کو فہمائشی نظروں سے گھورا۔

"امی! ہم کب تنگ کر رہے ہیں' یہ تو نانی اماں ہی۔" نورہ منہ ہی منہ بدبدائی۔

"ہاں نانی تنگ کرتی ہے مہارانیوں کو۔ سلیقہ' طریقہ سکھاتی ہوں تو کیا برا کرتی ہوں۔ شہزا کو سب آتا تھا تب ہی راج کر رہی ہے سسرال میں۔"

"جی مکئی کی روٹیاں کھلا کھلا کر۔" عفرا کا لہجہ طنزیہ ہو گیا۔ "ذرا وقت دیا ہوتا تو کسی کالج میں کیمسٹری پڑھا رہی ہوتی۔"

"پڑھانے کو اس کا میاں کافی ہے۔ اسے نوکری کرنا ہوئی تو اپنے میاں سے بات کرے گی۔ کوئی روک ٹوک نہیں اسے۔" نانی اماں خفگی سے بولیں۔

"نانی اماں آپ خفا تو مت ہوں۔" نورا نے کہا۔

"اقصیٰ او اقصیٰ۔" امی کی تیسری آواز پر جھولے پر جھومتی اقصیٰ نے آنکھیں کھول کر انہیں دیکھا۔

"سو رہی ہو۔" امی کو تاؤ آگیا۔

"نہیں امی!" وہ اچھل کر جھولے سے اتری تو گود میں پڑے چھلکے نیچے آرہے تھے۔

"پیچھے' پیچھے۔" نانی اماں نے انگلی اٹھا کر اسے وہیں ہینڈز اپ کرا لیا تھا۔ "فوراً" چھلکے اٹھا کر کوڑے دان میں پھینکو۔ سلیقہ خود کو نہیں ہے اور بعد میں کہتی ہیں۔ نانی اماں تنگ کرتی ہیں۔" نانی اماں نے طنز کا خاصہ کرارا وار عفرا پر کیا تھا۔ وہ میگزین میں منہ دے کر ہنسنے لگی۔

"خدا گواہ ہے نانی اماں! جو میں نے ایسا کہا ہو لیکن میرے افسانے کا اتنا زبردست سین چل رہا تھا۔" وہ چھلکے اٹھاتے ہوئے بولی۔ "ابھی تو ہیرو ہیروئن کے قریب ہی آیا تھا کہ۔"

"اے ہے ایسے بے حیا افسانے لکھتی ہو۔" نانی اماں کی آنکھیں پھیل گئیں۔

"نہیں نانی اماں! وہ چار قدم پیچھے ہی تھا۔" اقصیٰ نے گھبرا کر وضاحت کی۔

"چار قدم کیوں' چودہ قدم کیوں نہیں۔؟" جھٹ اعتراض صادر ہوا۔

"نانی اماں! آخر ان کی شادی ہو گئی ہے' اب وہ چار قدم کے فاصلے پر ہاتھ بھی نہیں پکڑ سکتے۔" اقصیٰ نے منہ بنایا۔

"کاہے کو پکڑیں سب کے سامنے ہاتھ۔ آخر کو سارا جہان پڑھے گا۔ شرم و حیا بھی کوئی چیز ہے۔"

"پر نانی اماں! ڈش کے زمانے میں ایسی شرم و حیا۔"

"بند کرو یہ بحث اقصیٰ! جاؤ اپنے ابو کے پاس بیٹھ کر افسانے بنالو۔" امی نے ڈانٹ دیا۔

اقصیٰ نے دل گرفتگی سے دونوں بہنوں کی طرف دیکھا۔ "اس گھر میں ٹیلنٹ کی قدر نہیں ہے۔"

"دنیا میں ایسا کوئی میگزین نہیں ڈیئر اقصیٰ! جہاں تمہارے افسانے شائع ہو سکیں اور آج کل ایسے افسانے پڑھتا بھی کوئی نہیں۔ جہاں ہیروئن سر سے دوپٹہ نہ کھسکنے دیتی ہو اور ہیرو چودہ قدم کے فاصلے پر عشق بگھارتا ہو۔"

"جبکہ وہ دونوں شادی شدہ بھی ہوں۔" نورا نے عفرا کی بات میں ٹکڑا لگایا۔

"تم لوگ جیلس ہوتی ہو میرے ٹیلنٹ سے۔" اقصیٰ پاؤں پٹخ کر بولی۔

"اقصیٰ۔" امی کی تیز آواز پر وہ فوراً سے بھی پیشتر ابو کے کمرے میں جا گھسی تھی۔

"تم بھی کبھی باپ کا حال پوچھ لیا کرو جا کر۔" نانی

اماں نے عفرا کو گھورا۔ اس کے مسکراتے لب بھنچ گئے۔

"تمہاری عمر باپ نے تو ہمارا حال پوچھا نہ تھا اب۔"

"عفرا! اتنی کٹھور مت بنو۔" امی نے تڑپ کے اس کی طرف دیکھا۔

"ہونہہ۔" اس نے اٹھتے ہوئے میگزین چارپائی پر اچھالا۔

"شاید میں اتنی ہی کٹھور ہوں امی۔" اس نے نارمل سے لہجے میں کہا اور چوبارے کی سیڑھیاں چڑھ گئی۔

"میں کیسے سمجھاؤں اماں اس کو۔ عبدالرحمان بھی محسوس کرتے ہیں اس کی بے اعتنائی کو۔ پاس بھی ان کے تب جاتی ہے جب وہ بلاتے ہیں۔ کوئی بات پوچھتے ہیں تو جیسے مارے باندھے جواب دیتی ہے۔" امی روہانسی ہو گئیں۔

"امی! آپ کیوں فکر کرتی ہیں۔" نورا نے ان کے پاس بیٹھ کر ان کے کندھے پر بازو رکھا۔ "سمجھ جائے گی وہ۔ آپ کو معلوم تو ہے وہ کتنی جذباتی ہے۔"

نورا کے تسلی آمیز لہجے پر ان کی پلکیں بھیگ گئیں۔

"تم نے کبھی دیکھا ہے نورا۔ جب اپنے باپ سے بات کرتی ہے تو کیسی بے زاری ہوتی ہے اس کی آنکھوں میں۔ ددھیال کا ذکر کرتی ہے تو لہجے میں آگ لپکتی ہے۔"

"امی! وہ بہت حساس اور جذباتی ہے۔ وہ ابھی تک وہاں گزرے ایام کی تلخیاں نہیں بھول پائی اور یہ سچ بھی تو ہے۔ ان لوگوں نے کوئی زیادہ اچھا سلوک نہیں کیا تھا ہمارے ساتھ۔" نورا نے دھیمے لہجے میں کہا۔

"ہم بھی کہاں بھول پائے ہیں۔" اس کا دھیما لہجہ زخمی زخمی سا تھا۔

"مگر اپنے باپ کے ساتھ تو رویہ ٹھیک کر لے۔"

"کرے گی امی! ان کے ساتھ اپنا رویہ ٹھیک کرے گی لیکن ابھی آپ اسے کچھ وقت تو دیں۔ وہ خود بخود ٹھیک ہو جائے گی۔"

"یہ سب تمہارے لالہ جی کا قصور ہے۔ انہوں نے ہی عفرا کو سر چڑھا رکھا ہے۔" نانی اماں نے غصے سے کہا۔

"لالہ جی کا رویہ بالکل ٹھیک ہے نانی اماں۔ عفرا جیسے جذباتی، حساس اور زود رنج لوگوں کے جذبات دبائے جائیں تو نتائج خطرناک بھی ہو سکتے ہیں۔" نورا نے دھیمے لہجے میں انہیں سمجھانے کی کوشش کی۔

"اب اس سے زیادہ خطرناک کیا ہوں گے۔"

نانی اماں نے چڑ کر کہا تھا۔ نورا ایک طویل سانس لے کر رہ گئی۔

*_*_*

دسمبر کی سرد و طویل راتوں میں پورے چاند کو تکتے رہنا، اپنے آپ کو کھوجنا اور پھر ماضی و مستقبل کا طویل سفر لمحوں میں طے کر لینا اس کی عادت بن گیا تھا۔

کوئی انجانا سا دکھ۔ اس کے دل کے کسی کونے میں منہ چھپائے سسکتا رہتا۔

ایک بے نام سی تھکن اس کے وجود کو بے دم کیے رکھتی۔

نامعلوم سی تشنگی اس کی رگوں میں ڈوبتی ابھرتی رہتی۔

اسے ہمیشہ لگتا اس کے ہونٹ خشک ہیں، وہ پیاسی ہے۔ پر کئی گلاس پانی پینے کے باوجود اس کے ہونٹ جلتے ہی رہتے۔ نجانے کیسی پیاس تھی بجھنے میں ہی نہ آتی۔

اس نے ہاتھ بڑھا کر کھڑکی کھول دی۔ سرد ہوا کے نم آلود جھونکے اس کے بال بکھرا کر چہرے پر بکھر گئے۔ سامنے دھند میں لپٹی اوس میں بھیگی کولتار کی سنسان سڑک تھی۔

عفرا نے کبھی کسی کو نہیں بتایا تھا۔ وہ کیا سوچتی ہے، کیا چاہتی ہے۔ اس کے باوجود جیسے سب کو خبر رہتی۔ پھر وہ لوگ ایک دوسرے سے دور بھی کب تھیں۔ دل بن کر ایک دوسرے کے اندر دھڑکتی۔ بن کہے ایک دوسرے کے سارے محسوسات جان لینے والی چار بہنیں، چار سکھیاں۔

اس نے ہاتھ بڑھا کر میز پر پڑی نورا کی ڈائری کھولی۔

ڈائری کے پہلے صفحے پر شنزا کی تحریر جگمگا رہی تھی۔ اسے اچھی طرح یاد تھا۔ پچھلے سال یہیں اسی میز کے گرد وہ چاروں بیٹھی تھیں۔ باہر ۳۱ دسمبر کی دھند میں رات بہتی تھی۔ کھڑکی یوں ہی کھلی تھی اور سرد ہوا کے نم آلود جھونکے یوں ہی ان کے بالوں سے ٹکرا کر چہروں پر بکھر رہے تھے کہ لائٹ چلی گئی۔ تب ہی کھلی کھڑکی میں سے دھند میں لپٹے چرچ نے جھانکتے ہوئے بارہ گھنٹیاں بجادی تھیں۔

"ہیپی نیوایر۔" نورا نے موم بتی جلادی اور اپنی نئے سال کی ڈائری شنزا کے سامنے رکھ دی اور شنزا نے لکھا تھا۔

خلیل جبران کہتا ہے۔

"ہم سفید کونجوں کا ایک غول ہیں جو نیلے آسمان میں اپنی منزل کی تلاش میں نکلی ہیں۔ خوش خوش لیکن کسی کو اپنی منزل خوبصورت باغ میں ملے گی اور کوئی رات کی سیاہی میں سخت چٹانوں سے ٹکرا کر خارداروں میں گر جائے گی۔"

ڈائری گھوم کر عفرا کے سامنے آئی تو اس نے لکھا تھا۔

"یہ دن بہت خوبصورت ہیں۔ آنے والا وقت نہیں معلوم کتنی فصیلیں ہمارے درمیان لا کھڑی کرے۔ ہو سکتا ہے کہ کچھ بے نام سے فاصلے ہوں۔ ماہ و سال کی گردش میں عمر عزیز کی منزلیں طے کرتے کبھی پلٹ کر ماضی کے دریچے کھولیں گے یا پھر یوں ہی ماضی کی سنہری، رو پہلی یادیں دل میں کروٹ لیں گی تو رات کے سناٹے میں ہم ایک دوسرے کو بہت قریب محسوس کریں گے۔ تب یہ لمحے بہت یاد آئیں گے۔"

اور اقصیٰ نے بالکل اپنے جیسی معصوم سی تحریر لکھی تھی۔

"میں تمہیں بہت پیار کرتی ہوں نورا! کیا تم بھی مجھے اتنا ہی چاہتی ہو۔"

"ہم سب اتنا اداس کیوں ہیں۔؟" نورا نے ان کی تحریریں پڑھ کر ان کے ساتھ ساتھ خود کو بھی ٹٹولا تھا۔

"شاید اس لیے کہ شنزا شاید ہی آج کے بعد ہمارے ساتھ کوئی نیوایر سیلبریٹ کر سکے۔"

اس نے نیوایر کیک نکال کر درمیان میں رکھا تھا اور شنزا نے میز پر سر رکھ کر دھواں دھار رونا شروع کر دیا تھا۔ کچھ دنوں تک اس کی شادی جو تھی۔ "میں ہمیشہ ۳۱ دسمبر یہیں گزارا کروں گی۔"

ان کی ڈھیر ساری تسلیوں دلاسوں کے بعد اس نے آنسو صاف کرتے ہوئے پرعزم لہجے میں کہا تھا لیکن اب مکئی کی روٹیاں پکاتے پکاتے بھول ہی جاتی تھی کہ ۳۱ دسمبر آکر گزر بھی گیا۔

سچ کہتے ہیں خوشیاں کہیں باہر پڑی نہیں ملتیں۔ یہ تو پہلے سے ہمارے اندر موجود ہوتی ہیں، بس تلاش کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور وہ چاروں مل کر اپنے اندر سے خوشیاں نکالتی تھیں۔ پر اتنی ڈھیر ساری چاہتوں اور خوشیوں کے باوجود تشنگی کیوں ہے؟ اس نے کئی بار نورا سے پوچھا تھا۔

"لیکن میرے اندر کوئی تشنگی نہیں۔ اس نے اگر ایک محبت چھینی ہے تو کئی محبتیں ہماری جھولی میں ڈال دی ہیں۔" اس کے لہجے میں سکون ہی سکون، ٹھہراؤ ہی ٹھہراؤ تھا۔ وہ بے یقینی سے اسے دیکھے گئی اور یہ نورا کتنی عجیب ہے۔

چاند، ستاروں، خوشبوؤں، رنگوں، تتلیوں، خوابوں کی دیوانی لڑکی۔

زندگی کی خوبصورتیوں کو تلاش کرنے والی اور بڑے سے بڑے واقعے کو چٹکیوں میں اڑا دینے والی۔

نانی اماں کی ڈانٹ کھانے والی امی کی سگھڑ بیٹی۔

جس کا دل سمندر تو ظرف آسمان کی طرح وسیع تھا۔ جس میں ہر کوئی کتنی آسانی سے سما جاتا تھا۔ حتیٰ کہ وہ لوگ اور وہ شخص بھی جو......

"بغیر اجازت دوسروں کی ڈائری پڑھنا اخلاقی جرم ہے۔" نورا نے اس کے ہاتھ سے ڈائری کھینچ لی تو وہ ایک طویل سانس لے کر سیدھی ہوئی۔

"اتنی بار پڑھ چکی ہوں کہ اب مزید پڑھنے کی گنجائش نہیں۔"

"شرم کرو تم۔" اس نے اپنا بستر درست کیا اور فوراً ہی لحاف میں گھس گئی۔

"اب خدا کے لیے یہ کھڑکی بند کردو۔ تم تو جیسے چڑ

کی بنی ہو جو ٹھنڈی ہوا اثر ہی نہیں کرتی۔" عفرا نے کھڑکی بند کردی اور اپنے بستر میں آ گئی۔

"یہ اقصیٰ کہاں رہ گئی۔"

"وہ اب تقسیم ہند کے پس منظر پر ناول تحریر کرنے والی ہے اس لیے لالہ جی اور نانی اماں سے ہندوستان کے واقعات سن رہی ہے۔"

"کیا چیز ہے یہ لڑکی بھی۔ عجیب و غریب آئیڈیاز سوجھتے ہیں اسے۔"

"ہاں اور میں برتن لگا آئی ہوں اس کے ذمے۔"

"پھر تو دھل چکے۔" عفرا ہنس دی۔

"نہیں امی کو گواہ بنا کر آئی ہوں۔" اس نے لحاف پھیلا کر ڈائری کھولی۔

"اور ابو کو گرم پانی رکھ دیا ان کے کمرے میں۔" عفرا نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔ نگاہیں چھت کی کڑیاں گن رہی تھیں۔ نورا کا چلتا قلم رک گیا۔ وہ دھیرے سے مسکرا کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو۔" عفرا نے گردن موڑ کر اس کی سمت دیکھا۔

"دیکھ رہی ہوں۔ تم اتنی کٹھور ہو نہیں جتنا بنتی ہو۔"

"پتا نہیں۔ کیا کہہ رہی ہو تم۔"

"کیوں خود کو اذیت دے رہی ہو عفرا! اور دوسروں کو بھی پریشان کر رہی ہو۔" نورا نے رسانیت سے کہا۔

"میں کسی کو پریشان نہیں کر رہی البتہ دوسرے مجھے پریشان ضرور کر رہے ہیں۔" وہ خفگی بھرے لہجے میں بولی۔

"دوسرے کون۔؟" نورا نے ڈائری بند کر کے ٹیبل پر اچھالی اور خود کہنی کے بل ذرا اونچا ہو کر لیٹ گئی۔ رخ اسی کی سمت تھا۔ جیسے اس سے تفصیلی بات کرنے کا ارادہ ہو۔

"نانی اماں کو دیکھا نہیں کس طرح مجھ پر طنز کرتی ہیں۔"

"ان کا طنز کرنا تو ٹھیک ہے۔" نورا ذرا سا مسکرائی۔

"کیا مطلب؟" وہ خفا سے انداز میں اسے دیکھنے لگی۔

"اب دیکھو ناں۔ اب تم نے سارے کام ان کی توقعات کے برعکس جو کیے ہیں۔ یہ ملازمت ہی لے لو۔ ہمارے خاندان کی ساری لڑکیاں ایجوکیشن کے شعبے سے وابستہ ہیں تم نے آفس جوائن کر لیا۔"

"لالہ جی کے چھوٹے سے باغ اور تھوڑی سی زمین سے اس گھر کی دال روٹی ہی چلتی تھی۔ شزا کی شادی میں زمین کا ایک ٹکڑا بیچ چکے ہیں۔ اب میں چار ہزار کی نوکری میں ان کی کیا مدد کر سکتی تھی۔ ساڑھے بارہ ہزار ملتے ہیں تو ڈھنگ سے خرچ کے ساتھ کچھ بچت ہو جاتی ہے۔ آخر لالہ جی کا کیا دوش ہے کہ وہ پہلے اپنی اولاد کی ذمہ داریاں پوری کریں اور پھر ان کی بھی اولاد گلے پڑ جائے۔" وہ حد درجے تلخ لہجے میں بولی تھی۔

"اب یہ بات لالہ جی کے سامنے مت کہہ دینا۔ انہیں بہت دکھ ہوگا۔" نورا نے ٹوکا۔

"سمجھتی ہوں میں بچی نہیں ہوں۔"

"ابو کے ساتھ تمہارا رویہ بھی ٹھیک نہیں ہے۔" نورا نے جیسے ڈرتے ڈرتے اس کی دکھتی رگ کو چھیڑا تھا۔ وہ جیسے تڑپ اٹھی۔

"کیوں کروں رویہ ٹھیک۔ کیا لگتے ہیں وہ ہمارے۔"

"باپ ہوتے ہیں وہ ہمارے۔" نورا نے مستحکم لہجے میں کہا۔ عفرا تاسف و رنجیدگی سے اسے دیکھے گئی۔

"کتنی آسانی سے معاف کر دیا تم لوگوں نے ان کو۔ کیا بھول گئیں سب کچھ۔"

"جو کچھ انہوں نے ہمارے ساتھ کیا' اس کی سزا بھگت تو رہے ہیں وہ' اب تم کس بات کی سزا دے رہی ہو انہیں۔؟" نورا نے جیسے صاف صاف بات کرنے کی ٹھانی تھی۔

"میں کسی کو سزا نہیں دے رہی ہوں۔ مکافات عمل ہے یہ۔" وہ ٹھوس لہجے میں بولی۔

"عفرا پڑھی لکھی ہو جاہل نہیں ہو۔ جانتی ہو قرآن و حدیث میں ماں باپ کا رتبہ۔"

"بہت خوب۔" وہ لحاف پھینک کر اٹھ بیٹھی۔

شدید غصے و رنج سے اس کا چہرہ جلنے لگا تھا۔ "وہ بھی پڑھے لکھے تھے' جاہل نہیں تھے۔ پھر انہوں نے کیوں چار بچیوں کی ماں کو رات کے اندھیرے میں گھر سے نکال باہر کیا تھا۔ صرف اس لیے کہ وہ لڑکے نہیں لڑکیاں تھیں۔ خدا کی نعمت کی اتنی تذلیل۔ تب کوئی آیت' کوئی حدیث یاد نہ آئی انہیں۔" وہ جیسے پھنکاری تھی۔ "اور تم...... اقصیٰ تو گود میں تھی۔ تم لوگ کیسے بھول گئیں اس گھر میں گزرے شب و روز۔ وہ ذلت' وہ جانوروں جیسا سلوک' جیسے ہم انسان نہیں کوئی گھٹیا ترین چیز تھیں' جیسے ہمارا تو کوئی زندہ وجود ہی نہ تھا۔" اس کی آواز بھرا گئی۔

نوریا ششدر سی اسے دیکھے گئی۔

"ان دنوں کی اذیت میرے جسم میں لہو کی جگہ بہتی ہے نوریا! خدا بنا ہوا تھا یہ شخص ان دنوں۔ ہمارے منہ سے نوالے چھین کر اپنے بھتیجوں کو کھلائے تھے اس نے۔ ہماری خوشیاں' ہمارا بچپن نوچ کر ان کی گود میں پھینکا تھا۔ تمہیں' تمہیں یاد ہے نا۔" وہ پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ "جب میں نے ایک بار ان کے لاڈلے بھتیجے کا کھلونا لے لیا تھا تو ان کا تھپڑ یہاں میرے گال پر پڑا تھا۔ میرا ہونٹ پھٹ گیا تھا نوریا! اس پھٹے ہوئے ہونٹ کا درد آج بھی میرے دل کے کسی کونے سے اٹھتا ہے۔ اس کے خون کا ذائقہ اب بھی میرے ہونٹوں پر تازہ ہے۔ اس تھپڑ کی جلن اب بھی راتوں میں میرے وجود کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔ میں اس کی بیٹی تھی نوریا! وہ اس کا بیٹا نہیں تھا۔"

"عفرا... عفرا...!" نوریا اٹھ کر اس کے قریب آگئی۔ اسے ساتھ لگا کر ہاتھوں سے اس کے آنسو صاف کرنے لگی۔

"ہم کچھ نہیں بھولے ہیں عفرا لیکن اب اس شخص کو ہماری ضرورت ہے۔"

"تب ہمیں اس کی ضرورت تھی۔ حساب برابر۔ یہ تو قدرت کا انصاف ہے۔" وہ ہاتھ کی پشت سے آنسو صاف کرتے ہوئے سنگین و کٹھور لہجے میں بولی۔

محض ایک ثانیے پہلے بکھر جانے والی کیفیت اب نہ تھی۔

"تم اپنا دل صاف کیوں نہیں کر لیتیں عفرا۔" نوریا نے بے بسی سے کہا۔ تو وہ زہریلی سی ہنسی ہنس دی۔

"ناممکن' بہت گہری دھند ہے۔ بڑی گرد جمی ہے اس آئینے پر۔"

"مگر عفرا!......"

"اتنی زبردست اسٹوری ملی ہے کہ کیا بتاؤں۔" اقصیٰ تیزی سے دروازہ کھول کر اندر آئی پھر ٹھٹک کر رکی۔ "نہیں آج تم لوگ ایک ہی چارپائی پر سو گئے۔؟"

"نہیں' ہم لوگ تو یوں ہی باتیں کر رہے تھے۔" نوریا اٹھ کر اپنی چارپائی پر چلی گئی۔

عفرا نے لحاف اوڑھ لیا۔

"ہاں تو میں بتا رہی تھی کہ اتنی زبردست اسٹوری ملی ہے' ہیرو' ہیروئن سے ہٹ کر۔"

"کیا مطلب' کیا جانوروں پر لکھ رہی ہو۔" نوریا نے حیرت سے پوچھا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اقصیٰ کچھ محسوس کرے تب ہی دلچسپی لے رہی تھی ورنہ عفرا کے رد عمل پر وہ ہل سی گئی تھی۔

"نہیں' ایک بابے کی کہانی ہے۔"

"ڈیئر اقصیٰ ہیرو کے لیے جوان ہونا شرط نہیں ہے بلکہ کہانی کے مرکزی کردار کو ہیرو کہا جاتا ہے۔"

"وہی تو' پھر میری کہانی کا ہیرو ایک بابا ہے۔" اس نے فخریہ لہجے میں اعلان کیا۔

"پر یہ بابے والی کہانی پڑھے گا کون۔" نوریا نے تشویش کا اظہار کیا۔

"ارے تم دیکھ لینا ہٹ ہو جائے گا میرا ناول۔"

"اگر شائع ہوا تو۔" نوریا نے ٹوکا۔ "برتن دھو کر آئی تھیں۔؟"

"برتن؟ کون سے برتن۔؟" وہ یکسر انجان بن کر پوچھنے لگی۔

"اقصیٰ۔" نوریا نے گھورا۔

"اب مستقبل کی عظیم ناولسٹ برتن دھوتی اچھی لگے گی۔" اس نے منہ بنا کر شاہانہ انداز میں کہا۔

"مرو۔" نورا نے تکیہ کھینچ مارا۔

"یہ عفرا ابھی سے سو گئی۔" اس نے تکیہ کیچ کیا۔

"ہاں۔" نورا نے آہستگی سے کہا تھا۔

۔۔*

"کیا مصیبت ہے۔ اب بندہ پوچھے اتنی رات گئے جرابیں دھونے کی کیا تک تھی۔" قصیٰ نورا کے سر پر کھڑی غصے سے جرابیں لہرا رہی تھی۔ جس میں سے قطرہ قطرہ پانی ٹپک رہا تھا۔

"پورے دو ماہ بعد دھلی ہیں۔" عفرا باتھ روم میں سے پکاری۔ شاید منہ ہاتھ دھونے کے لیے ہمت مجتمع کر رہی تھی۔

"تم چپ رہو۔ نورا! میں نے تم سے کہا تھا کہ میری جرابیں دھوؤ۔" وہ دوبارہ نورا کی طرف متوجہ ہوئی۔ اس نے اطمینان سے پراٹھے کے لیے پیڑا بنایا پھر اس کی طرف دیکھے بغیر بولی۔

"تمہارے کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ آخر تم میری چھوٹی بہن ہو۔"

"اب میں کالج کیا پہن کے جاؤں گی۔؟" وہ روہانسی ہو گئی۔

"کوئی اور دیکھ لو۔" اس نے اطمینان سے مشورہ دیا۔

"اس گھر میں کوئی چیز وقت پر ملتی بھی ہے۔ صرف پندرہ منٹ رہ گئے ہیں وین آنے میں۔"

"کیوں شور مچا رہی ہو قصیٰ! وارڈ روب کے نچلے خانے میں دیکھو۔ وہاں کافی جوڑے پڑے ہیں۔" امی نے آکر ڈانٹا تو وہ ادھر بھاگی۔

"لالہ جی کے لیے حقہ تازہ کر دو نورا۔" امی نے حقہ رکھا۔

"بس امی! دو پراٹھے رہ گئے ہیں پھر کرتی ہوں۔" نورا نے کہا پھر باتھ روم کی طرف منہ کر کے بولی۔

"اب نکل بھی آؤ۔ یا وہیں محو استراحت ہو گئی ہو۔؟"

"لاحول ولا قوۃ" اب باتھ روم ایسی جگہ بھی نہیں کہ میں۔" عفرا جھٹ باہر نکلی۔

"حقے میں پانی ڈالو۔" نورا نے حکم صادر کیا۔

"مجھے آفس کی تیاری کرنا ہے۔" عفرا نے عذر تراشا۔

"بہت وقت ہے۔" نورا نے گھورا۔ "مہارانی کی طرح نکل جاتی ہو۔" عفرا حقے میں پانی ڈالنے لگی۔

"یار نورا! یہ ہمارے بزرگ گاؤں سے شہر منتقل ہو تو گئے پر اپنا طرز رہائش نہ بدل سکے۔ اب یہ دیکھو۔ ہم کبھی گاؤں نہیں گئے مگر گاؤں کی ساری زندگی کا مزا یہیں چکھ لیا ہے۔ اب یہ دیکھو۔ یہ حقہ۔ ڈرائنگ روم کے صوفوں پر بیٹھ کر اس کے سوٹے لگائے جاتے ہیں۔" اس نے ہاتھ میں پکڑا حقہ لہرایا۔ "کچن میں گیس سلنڈر موجود ہیں مگر کھانا دونوں وقت لکڑیوں پر پکے گا۔ برآمدے میں نظر ڈالو تو چارپائیوں کی قطار نظر آئے گی جیسے ابھی ساری برادری ہمارے گھر جمع ہو جائے گی۔ بازار کا آٹا منع ہے گندم صاف کرو۔ سچ یہ سب سن کر کوئی نہیں مانتا کہ ہمارے گھر میں ایک جدید زندگی کے سارے لوازمات موجود ہیں۔"

"جن کو یقین نہیں آتا انہیں گھر لے آیا کرو اور اب تمہارا وقت ضائع نہیں ہو رہا۔؟" نورا نے گھورا۔ تو اس نے مسکرا کر حقے میں پانی ڈال دیا۔

"اب کوئی اور کام ہے تو وہ بھی بتا دو۔"

"بس یہ ابو کو ناشتہ دے آؤ۔"

"قصیٰ سے کہو۔" اس کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

"قصیٰ کو دیر ہو جائے گی اور تم نے انہیں صرف ناشتا دینا ہے ہاتھ سے کروانا نہیں ہے۔" نورا کو اس کا اس طرح پہلو بچانا اچھا نہیں لگا تھا۔ عفرا نے ناشتا اٹھایا۔ دروازے پر ہلکے سے دستک دی۔

"آجاؤ۔" ان کے گرجتے برستے لہجے میں آج کیسی بے بسی جھلک رہی تھی۔ اس نے دروازے پر دباؤ ڈالا تو وہ کھلتا چلا گیا۔ پلنگ سے ٹیک لگائے وہ اخبار پھیلائے بیٹھے تھے۔ نگاہیں دروازے کی طرف اٹھی تھیں۔ عفرا کو آتے دیکھ کر ان کی منتظر نگاہوں میں تحیر منجمد ہوا اور دوسرے لمحے خوشی و طمانیت کی چمک تحیر کو دھکیلتی چلی گئی۔

"میری بیٹی آئی ہے۔"

عفرا نے نظر اٹھا کر دیکھا۔ ان کا چہرہ دمک اٹھا تھا۔ انہوں نے بے اختیار ہی دونوں بازو پھیلا دیے تھے۔

عفرا ان کے چہرے پر ماضی کا کوئی سنگ دل لمحہ ڈھونڈتی رہی مگر نرمی، اشتیاق اور پدرانہ شفقت کے سوا کچھ نہ تھا۔ وہ بے اختیار ہی ذرا سا جھکی۔ انہوں نے دونوں ہاتھوں میں اس کا چہرہ تھام کر سر پر بوسہ دیا۔ عفرا نے ایک لمحے کو آنکھیں بند کر کے اس محبت و شفقت بھرے لمس کو محسوس کیا۔ پھر جھک کر ٹرے ان کے سامنے رکھ کر سیدھی ہوئی۔

"عفرا بیٹی! میرے پاس بیٹھ کر ناشتا کرو۔" انہوں نے ملتجی لہجے میں پکارا۔ عفرا نے ان کے پاس بیٹھنا چاہا کہ اچانک ماضی کا سسکتا لمحہ اس کا دامن تھام کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"امی! مجھے بھی ابو کے ساتھ ناشتا کرنا ہے۔" وہ ساری بہنوں میں سب سے زیادہ ضدی تھی۔ شامی کو اپنے باپ کے پاس بیٹھا دیکھ کر وہ مچل گئی تھی۔ وہ دونوں بیٹھے بیڈ پر ناشتا کر رہے تھے۔

"بیٹھ جاؤ۔" امی نے گویا اجازت دی تھی۔ وہ اپنا دودھ کا گلاس تھام کر چڑھی تو منے سے ہاتھوں میں گلاس چھلک گیا۔

"انکل! گندی بچی نے میری شرٹ خراب کر دی۔" شامی نے دہائی دی۔

"کنیز! اس کو پیچھے کرو۔" ان کے لہجے میں بیزاری در آئی تھی اور خود وہ ٹشو سے شامی کی شرٹ صاف کر رہے تھے۔

"ابو! میں آپ کے ساتھ ناشتا کروں گی۔" باپ کے پاس بیٹھنے کی چاہ میں وہ کچھ اور نزدیک ہوئی۔

"افوہ! ذرا پیچھے تو ہٹو۔" وہ چڑ کر بولے۔

"کیا ہو گیا ہے۔ وہ آپ کے پاس بیٹھنا چاہ رہی ہے۔" کنیز نے دبی زبان میں احساس دلانا چاہا تھا۔ انہوں نے کڑے تیوروں سے اسے گھورا۔

"باقی چاروں کو بھی بلا لو۔ دو پل سکون سے نہ گزارنے دینا مجھے۔ ناشتا بھی حرام ہو گیا ہے۔ ایک لمحہ گھر آئے کو نہیں ہوتا کہ یہ چار جونکیں آ کر چمٹ جاتی ہیں۔" ان کے لہجے میں اتنی بیزاری اور تنفر تھا کہ وہ ماں کے ساتھ لپٹ گئی۔

"امی! میں آپ کے ساتھ کر لوں گی۔"

ماضی کا وہ سنگدل لمحہ کسی ہتھوڑے کی طرح اس کے اعصاب پر برسا تھا کہ وہ جھٹکے سے واپس پلٹی تھی۔

"عفرا بیٹی۔!" انہوں نے تڑپ کر پکارا۔ وہ دروازے میں رکی۔

"مجھے آفس سے دیر ہو رہی ہے۔" اس کے لہجے میں اتنی ہی بیزاری اور تنفر در آیا تھا۔ وہ جو اس کے لیے پہلا نوالہ اپنے ہاتھوں سے بنا رہے تھے۔ تھم کر رہ گئے۔ نوالا ہاتھ سے گر گیا تھا اور وہ ٹکٹکی باندھے ہلتے دروازے کو دیکھتے رہے۔

......*

"مس عفرا! آپ اتنی سادہ کیوں رہتی ہیں۔؟" بڑی معصومیت سے سوال کیا گیا تھا۔ عفرا نے قدرے بیزاری سے اپنے بنے ٹھنے نئے باس کو دیکھا تھا۔

"اس لیے سر کہ مجھے ماڈلنگ کے لیے آفس نہیں آنا ہوتا ہے۔" اس نے سادہ سے لہجے میں کہا۔

"پھر بھی آفس کے بھی کچھ مینرز ہوتے ہیں۔ یہاں سو لوگ آتے اور سو لوگ جاتے ہیں۔ کیا سوچتے ہوں گے۔ ہماری سیکریٹری اور......" اس نے سرتاپا اس کے سادہ سے سراپے کو دیکھا اور منہ بنا لیا۔

"اول تو سر میں آپ کی نہیں آپ کے والد کی سیکریٹری ہوں۔ دوسرے یہ جو سو لوگ آتے اور جاتے ہیں یہ صرف مجھے دیکھنے نہیں آتے اور تیسرے یہ کہ واقعی آفس کے بھی کچھ مینرز ہوتے ہیں۔" آخر جملہ کہتے کہتے اس کی نظریں بے اختیار میز پر رکھے اس کے پیروں پر پڑیں۔ اس نے کھسیا کر پیر ہٹانے چاہے پھر کچھ یاد آنے پر وہیں جما کر اسے گھورتے ہوئے بولا۔

"یہ میز آپ کے باپ کی ہے۔"

"نہیں سر! آپ کے باپ کی ہے۔" اس کے غیر متوقع سوال پر وہ گھبرا کر بولی۔

"یہ پیر آپ کے ہیں۔؟" انتہائی سنجیدہ لہجے میں پوچھا گیا تھا۔

"نو سر۔ میرے پاؤں، میرے ساتھ ہیں۔" اس نے گھبرا کر اپنے پاؤں دیکھے پھر مطمئن ہو کر بولی۔ "اور

ان میں بدبودار موزے بھی ہیں۔ اسی سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ پاؤں آپ کے ہیں۔" اس نے ڈرتے ڈرتے انگلی سے اشارہ کیا تھا۔

"واٹ۔۔؟" جس تیزی سے وہ اچھلا تھا اسی تیزی سے عفرا کھڑی ہوئی تھی۔ خیال یہی تھا کہ باس زیادہ آؤٹ آف کنٹرول ہوا تو وہ باہر کی طرف دوڑ لگا دے گی۔

"نہیں سر۔ میرے موزے بدبودار ہوتے ہیں۔" عفرا نے کامیاب سیاستدان کی طرح بیان بدلا۔

"اوکے۔ کل سے موزے بدل کر آئیے گا۔" وہ قدرے شانت ہو کر بیٹھا۔ "تو میں کیا کہہ رہا تھا۔"

"سر! آپ پیروں کے بارے میں پوچھ رہے تھے۔" عفرا نے اکتا کر یاددہانی کرائی۔

"ہاں' جب میز ہماری' پیر ہمارے' آپ کون ہوتی ہیں مجھے مینرز سکھانے والی۔" وہ غصے میں دھاڑا۔

"سر! میں جاؤں۔" وہ سچ مچ ڈر گئی۔

"بیٹھ جائیں۔" وہ جیسے جبراً بیٹھی۔

"مس عفرا۔" اس نے میز پر دونوں بازو پھیلا کر اس کی طرف دیکھا اور پھر دیکھتا ہی رہا۔

(اللہ کرے اس عینکو کی عینک ٹوٹ جائے۔)

وہ ایک طویل سانس لے کر سیدھا ہوا۔

"مس عفرا! آپ کی آنکھیں بہت خوبصورت ہیں۔"

"میں جانتی ہوں سر۔" عفرا سر جھکا کر آہستگی سے بولی۔

"آپ کیسے جانتی ہیں۔۔؟" اس کے ماتھے پر شکن نمودار ہوئی۔

"سر! یہ میری اپنی آنکھیں ہیں۔" عفرا نے گھبرا کر وضاحت کی۔

"ٹھیک کہا آپ نے۔ لیکن مس عفرا! آپ کاجل کیوں نہیں لگاتیں۔ اگر کاجل لگائیں آپ تو سچ کہتا ہوں قیامت آجائے۔"

"سر! اسی لیے تو نہیں لگاتی۔" عفرا نے تیزی سے کہا۔

"اتنی بڑی بڑی' خوبصورت' خوابناک آنکھیں میں نے پہلی بار دیکھی ہیں۔" وہ خوابیدہ لہجے میں بولا۔

"سر! بڑی یا چھوٹی ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بس نظر پورا آنا چاہیے۔" عفرا نے صاف اس کی عینک پر چوٹ کی تھی مگر وہ اس کی آنکھوں کے سحر میں کچھ یوں ڈوبا تھا کہ اس طنز کو پا ہی نہ سکا۔

"سچ کہہ رہا ہوں مس عفرا۔ میں نے جب سے آپ کو دیکھا ہے میری نیندیں اڑ گئی ہیں۔"

"نہیں سر! میں اتنی ڈراؤنی نہیں ہوں۔ آپ نے سونے سے پہلے آئینہ دیکھا ہوگا۔" عفرا نے گھبرا کر وضاحت کی۔ "دوسرے سر آپ نے مجھے آج یہاں پہلی بار دیکھا ہے۔ میں نے آپ کی نیندیں کہاں سے اڑا دیں۔"

(یا خدا یہ کیسے خبطی اور پاگل باس سے واسطہ پڑا ہے۔ بھاڑ میں گئی ایسی نوکری۔)

"ٹھیک کہا آپ نے۔" وہ حد درجہ ڈھٹائی سے بولا۔

عفرا نے تائید میں سر ہلایا۔ "اب میں جاؤں۔"

"جائیں۔" وہ قدرے خفا سے لہجے میں بولا۔

"آپ انتہائی بدتمیز سیکریٹری ہیں۔"

"تھینک یو سر۔" وہ جیسے جان چھڑا کر بھاگی اور دھپ سے اپنی کرسی پر بیٹھ کر میز پر سر ٹکا لیا۔

"کیا بات ہے اتنی لمبی میٹنگ۔" ثمین نے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "خیر تو تھی۔" عفرا ہنس پڑی۔

"یار! کیا چیز ہے یہ۔۔؟"

"آہستہ سن لیں گے۔" ثمین نے کہا۔

"یار! یہ سچ مچ شجاعت صاحب کے بیٹے ہیں۔" وہ حد درجے حیرانگی سے بولی۔ "آئی کانٹ بلیو اٹ۔ یہ تو کوئی خبطی سا بندہ۔" سارے جملے از سر نو یاد آئے تو ہنسی پھر سے اسٹارٹ ہوگئی۔

"ایکسکیوز می مس۔" کسی نے اس کی میز پر ہولے سے بجایا۔ عفرا نے اپنی بے تحاشا ہنسی کو ضبط کرتے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔ وہ بھی یوں کہ بے تحاشا ہنسنے سے سیاہ آنکھوں میں نمی سی تھی۔ گلابی ہونٹوں کے گوشوں میں شریر سی مسکراہٹ چل رہی

تھی اور یوں مسکرانے سے نچلے ہونٹ تلے چھپا تل نمایاں ہو گیا تھا۔ مقابل ایک لمحے کو اپنی بات بھول گیا۔

"جی فرمایئے! اس سے ملنا ہے آپ کو۔؟" وہ ذرا سنجیدہ ہوتے ہوئے آفیشل لہجے میں پوچھنے لگی۔

"شجاعت صاحب ہیں۔"

"نو سر! شجاعت صاحب ایک ہفتے کے ٹور پر سنگاپور گئے ہیں۔"

"تو ان کی جگہ......"

"جی ان کی جگہ ان کے بیٹے فاران شجاعت موجود ہیں۔" یہ کہتے ہوئے اس کے ہونٹ خود بخود مسکرا دیے تھے۔

"ان سے کہیں کہ شاہ زر آیا ہے۔" عفرا نے ذرا کی ذرا چونک اس کی طرف دیکھا۔ پھر انٹرکام پر بتایا اور ریسیور رکھ کر اس کی طرف متوجہ ہوئی۔ ذرا سا اٹھ کر آفس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی۔

"پلیز سر۔" اس کے بعد ثمین پر نظر پڑی تو وہ بے ساختہ ہی ہنس دی۔

"ثمین! اگر ایک ہفتے تک یہ شخص آفس آئے گا تو میں ایک ہفتے کی چھٹی پر ہوں۔"

"اب ایسا بھی کیا۔؟" ثمین نے حیرت سے کہا۔

"ابھی تھوڑی دیر میں تمہیں کال آئے گی تو خود بخود اندازا ہو جائے گا۔ میں تو یہ سوچ رہی ہوں 'ایک ہفتے میں اس آفس کا ہو گا کیا۔"

*_*_*

چھاج کی چھنک چھنک کسی بے سری راگنی کی طرح تھی۔ اوپر سے نانی اماں کی ڈانٹ کا ڈرم پوری قوت سے بج رہا تھا۔

"ارے چھاج تو ڈھنگ سے پکڑو۔ یہ کیا لٹکے ہوئے ہاتھوں میں چھاج پکڑا ہے۔ ساری گندم نیچے آ رہی ہے۔ تمہیں کوئی عقل بھی ہے کہ نہیں۔" آخری جملہ زچ ہو کر پوچھا گیا تھا۔ چھاج کی بے سری راگنی رکی۔ نورا نے چھاج گندم کے ڈھیر پر پٹخا اور روہانسی ہو کر نانی اماں کی طرف دیکھا۔

"نانی اماں! آپ کو صاف ہوئی گندم چاہیے نا تو ہو جائے گی۔"

"ہاں کہیں سلیقہ نہ آ جائے کام میں سارے صحن میں یہاں سے وہاں گندم بکھرا ہے۔ ارے ہم تو ایک ایک دانہ پلکوں سے چنا کرتے تھے۔ رزق کی ایسی بے قدری۔"

"تو نانی اماں! آپ ہاتھوں کو تکلیف کیوں نہیں دیتی تھیں۔ اتنے سارے دانے اور پلکوں سے مائی گاڈ۔" عفرا نے تعجب سے پوچھا۔

"تم تو چپ ہی رہو اور یہ گاجریں میں نے کاٹنے کو کہا ہے نا کہ کھانے کو۔" ان کا روئے سخن عفرا کی طرف ہوا۔ جس کے سامنے گاجروں کا ٹوکرا پڑا تھا اور اس کے ہاتھوں سے زیادہ اس کا منہ چل رہا تھا۔ نانی اماں آج گجریلا بنانے لگی تھیں۔

"کاٹ رہی ہوں۔"

"اے ہے' ایسے نہیں کاٹنا۔ اس کو کدو کش کرنا ہے۔" انہوں نے ٹوکا۔

"نانی اماں! یہ کدو کش کو آخر کدو کش ہی کیوں کہا جاتا ہے۔ اس کو شلجم کش یا گاجر کش کیوں نہیں کہتے۔" عفرا کچن کی طرف جاتے جاتے پلٹی۔

"ادھر آ میں تجھے بتاتی ہوں۔" نانی اماں چپل کی طرف جھکیں۔ عفرا بگٹٹ کچن میں بھاگی۔

"باتیں بنوا لو جتنی مرضی۔ کیسی کاہل اور نکمی لڑکیاں ہیں۔ اے کنیز! تم تو ایسی نہ تھیں۔"

"ہم نانی اماں پر گئے ہیں۔" اقصیٰ نہا کر نکلی تھی۔ اب تھر تھر کانپتی نانی اماں کی چادر میں جا گھسی۔

"اے ہے کیسی ٹھنڈی ٹھار ہو رہی ہو' دھوپ میں بیٹھو۔" نانی اماں نے اسے پیچھے کرنا چاہا۔

"دھوپ منڈیر پر ہے۔ کیا منڈیر پر چڑھ جاؤں۔" اقصیٰ نے معصومیت سے پوچھا۔

"رہنے دو۔" نانی اماں نے یوں روکا جیسے وہ سچ مچ چڑھنے لگی ہو۔

"نہیں نانی اماں!! میں چڑھنے لگی ہوں۔" اقصیٰ شرارت سے کھلی۔ نانی اماں کی دھپ اس کی پیٹھ پر پڑی تھی۔

"ہائے ابو جی! دیکھیں نانی اماں مارتی ہیں۔" اس

نے ننھے بچے کی طرح بے ساختہ پکارا تھا۔ ان کی روح تک سرشار ہو گئی۔

"میرے پاس آجاؤ اقصیٰ۔" انہوں نے شفقت و پیار سے پکارا۔ ان کی چارپائی پر دھوپ تھی۔ اقصیٰ ایک ہی چھلانگ میں پہنچی اور ان کی چادر میں گھس گئی۔ کچن سے نکلتی عفرا نے خاصی ناگواری سے اقصیٰ کو گھورا۔

"تھوڑی تمیز خود بھی سیکھ لو اقصیٰ! تھوڑے دنوں میں تم خود استانی بننے والی ہو۔" امی اس کے چھلانگ لگانے پر خفا ہوئیں۔

"امی! استانی تو مت کہا کریں۔ خاصا آؤٹ آف فیشن لفظ ہے۔" اقصیٰ نے منہ بنایا۔

"ایک تو ان کے فیشنوں نے مجھ کو مار دیا ہے اور تمہارے ہاتھ کیوں رک گئے ہیں۔" انہوں نے پھر سے نورا کو گھورا۔

"تائی اماں! کیا ضروری ہے کہ آپ اپنا ساٹھ ستر سالہ تجربہ ایک دن میں مجھے سکھا دیں۔ اس مہارانی کو تو آپ کچھ بھی نہیں کہتیں جسے ابھی تک حقہ تازہ کرنا نہیں آیا۔" نورا نے عفرا کو گھورا۔

"اس کی باری آئے گی تو اس کو بھی سب سکھا دوں گی۔" تائی اماں نے رسانیت سے جواب دیا۔ تب ہی ڈیوڑھی میں سے لالہ جی کے کھنکھارنے کی آواز آئی۔ جو ایک طرح کا سگنل تھا ان سب نے تیزی سے دوپٹے اپنے اپنے سروں پر جمائے۔ لالہ جی سفید تہبند، سفید کرتا، جوگیا صافہ سر پر لپیٹے، ہاتھ میں اپنی مخصوص چھڑی تھامے نمودار ہوئے۔ وہ اونچے لمبے، سرخ و سفید رنگت کے مالک تھے۔ ان کی آواز بڑی رعب دار تھی۔ بالکل ان کی شخصیت کی طرح۔ ان کے چہرے پر ہمیشہ ایک نور کا ہالہ بکھرا نظر آتا تھا۔ نورا کی صبح تو ان کی آواز کے بغیر ہوتی ہی نہ تھی۔ صبح جب وہ بیدار ہو کر نیچے آتی تو وہ نماز کے لیے جا رہے ہوتے۔ جب وہ واپس آتے با آواز بلند درود شریف پڑھتے ہوئے تو وہ آٹا گوندھ رہی ہوتی۔ لالہ جی پھر سے اپنے بستر پر دراز ہوتے اور ذرا سی دیر بعد ملگجے اندھیرے میں ان کی آواز خاموشی کو توڑتی ہوئی آتی۔ وہ ایک تواتر اور لے میں بابا بلھے شاہ اور شاہ حسین کا کلام پڑھا کرتے تھے اور ان کی آواز میں اتنا اثر ہوتا کہ نورا اپنا کام بھول جاتی۔

جب وہ تحصیل دار تھے سارے شہری آداب اپنائے۔ جیسے ہی ریٹائر ہوئے اور اپنے باغ کی دیکھ بھال میں مصروف ہوئے انہوں نے اپنی سفید چادر اور کرتے نکلوا لیے تھے۔ حالانکہ لڑکیوں نے کتنا کہا کہ لالہ جی دن کے وقت آپ شلوار قمیص پہن لیا کریں۔ لیکن انہوں نے مزید تکلفات میں پڑنے سے صاف انکار کر دیا۔ حتیٰ کہ اقصیٰ کے بی ایڈ کے ایڈمیشن کے سلسلے میں وہ اسی حلیے میں کالج چلے گئے اور یہ ان کی شخصیت کا رعب تھا کہ دفتر میں موجود سب لوگ بے اختیار کھڑے ہو گئے تھے کہ شاید پنجاب کا کوئی بڑا زمیندار آیا ہے اور وہ آرام سے اقصیٰ کا ایڈمیشن کروا کے اور شاہ حسین کی دو چار کافیاں اور بلھے شاہ کا کلام سنا کر واپس آ گئے تھے۔

ان کے پیچھے باغ کا رکھوالا، مالٹوں کے دو ٹوکرے اٹھائے نمودار ہوا۔

"سلام بی بی جی۔!" اس نے کہا۔ لالہ جی نے ٹوکرے رکھوائے پھر ان کی طرف متوجہ ہوئے۔

"کیا ہو رہا ہے بچیوں۔"

"شامت آئی ہے بچیوں کی۔" عفرا نے گاجر کش کرتے ہوئے کہا۔

"کیا گجریلے کی تیاریاں ہیں۔" انہوں نے گاجروں کا ٹوکرا دیکھ کر اندازہ لگایا۔

"جی لالہ جی۔!" عفرا کا منہ بنا ہوا تھا۔

"یہ تو بڑی اچھی بات ہے پر مزا آجائے اگر گجریلا عفرا بیٹی بنائے۔" عفرا کے ہاتھ سے گاجر چھوٹ کر نیچے جا پڑی تھی۔

"اے لالہ جی میں۔"

"ہاں بھئی تم۔ ٹھیک ہے نا۔"

"جی۔" وہ مری مری آواز میں بولی۔

"اب آیا اونٹ پہاڑ کے نیچے۔" اقصیٰ نے باپ کے کان میں سرگوشی کی۔ وہ مسکرا دیے۔

"ارے نورا بیٹی گندم صاف کر رہی ہے۔ وہ شریفاں کو نہیں بلوایا۔" انہوں نے اس عورت کا نام

لیا جو اکثر آکر ایسے کام کر جایا کرتی تھی۔ نورا نے مدد طلب نگاہوں سے لالہ جی کی طرف دیکھا۔

"شریفاں کو اس کے ساتھ جہیز میں بھیجنا ہے' کرنے دو سارے کام۔" نانی اماں نے تنک کر کہا۔

"ارے بھئی' میں تو یوں ہی کہہ رہا ہوں۔ شاباش کرو بیٹی۔ بچیوں کو سارے کام سیکھنے چاہئیں۔" لالہ جی یہ کہہ کر پھر سے باہر چلے گئے۔

"خدا کا شکر ہے' میں بچ گئی۔" قصیٰ کھلکھلائی۔

عبدالرحمٰن کے اندر کچھ ٹوٹ کر بکھرا تھا۔ کیسی موہنی صورتیں تھیں۔ سیدھا دل میں اتر کر پتھر گداز کرتیں۔ ان کے سینے میں کچھ پگھلنے لگا اور کیسی پیاری باتیں کرتی تھیں۔ معصوم بھولی بھالی۔

انہوں نے جھک کر قصیٰ کی ٹھنڈی پیشانی چوم لی۔ کیسا بدقسمت تھا میں۔ اپنے بدصورت رویے سے ان کو خود سے دور کر دیا۔ ان کی نگاہیں بھٹک کر عفرا پر گئیں۔ اس کے چہرے پر جھنجلاہٹ تھی اور بیزاری۔ ان کا دل چاہا' وہ بچپن کی طرح بھاگتی ہوئی آئے اور ان کے سینے میں سما جانے کی کوشش کرے۔ ان کے کندھے پر لٹک کر فرمائش کرے۔

"السلام علیکم۔" فریحہ کی آواز پر نورا نے بس یہ کیا تھا کہ فوراً" سے بھی پیشتر ستون کے پیچھے ہو گئی۔

"وعلیکم السلام۔" سب نے ہی خوشدلی سے کہا۔

"آؤ بیٹی! بیٹھو۔" امی نے اس کے لیے جگہ بنائی۔

سرخ پرنٹڈ ریڈی میڈ سوٹ' میچنگ جیولری اور شوز کے ساتھ سلیقے سے کیے گئے ہلکے پھلکے میک اپ میں وہ بہت پیاری اور نکھری نکھری لگ رہی تھی۔

"تمہارا آفس کیسا جا رہا ہے عفرا۔"

"زبردست۔" عفرا نے کہتے ہوئے سرخ سی گاجر اس کی طرف بڑھائی جسے اس نے نزاکت سے تھام لیا۔

"فریحہ! تمہارا سوٹ کتنا زبردست ہے' کہاں سے لیا ہے۔" قصیٰ نے پاس آکر اشتیاق سے پوچھا۔

"یہ تو پچھلے سال عید پر لیا تھا۔ اتنی جگہوں پر پہن لیا ہے۔" فریحہ نے کہا پھر پوچھنے لگی۔ "نورا کہاں ہے؟ میں بازار جا رہی تھی سوچا اسے ساتھ لے جاؤں۔" وہ تو نورا کی سہیلی تھی اور اکثر اکٹھے مارکیٹ جاتی تھیں۔

"نورا گھرداری سیکھ رہی ہے۔" نانی اماں کو اس کی بے وقت آمد کچھ اچھی نہ لگی تھی۔

"گھرداری مگر نورا کو تو سب ہی کچھ آتا ہے۔" فریحہ نے تعجب سے کہا۔

"نہیں آتا اسی لیے تو سکھا رہی ہوں۔" نانی اماں سپاٹ لہجے میں بولیں۔

(اف یہ نانی اماں بھی اب سارے جہان میں اعلان کریں گی۔)

نورا نے بے بسی سے چھاج میں منہ چھپا لیا۔

"اچھا' میں تو ابھی میٹرک سے فارغ ہوئی تھی جب امی نے مجھے ساری کوکنگ سکھا دی تھی اب تو سارا گھر میں ہی سنبھالتی ہوں۔" فریحہ فخریہ لہجے میں بولی۔

عینک درست کرتے ہوئے نانی اماں نے اسے سرتاپا دیکھا پھر ہنکارا ابھرا۔ مکمل طور پر اس کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے عینک کے اوپر سے اسے گھورا اور پوچھنے لگیں۔

"مکئی کی روٹی بنانی آتی ہے۔؟"

"اف۔" نورا نے اپنا سر پیٹ لیا۔ باقی لوگوں کے چہرے پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

"جی نہیں۔" فریحہ نے قدرے حیرت سے جواب دیا۔

"گندم صاف کی ہے کبھی چھاج کے ساتھ۔؟" اگلا سوال داغا۔

"جی نہیں...... وہ تو......"

"چارپائی بُننی آتی ہے۔؟"

نورا احتجاج کے طور پر اپنے کمرے میں جا گھسی تھی۔

"جاؤ بی بی! پھر پہلے گھرداری سیکھ لو۔" نانی اماں نے طنزیہ لہجے میں کہتے ہوئے عینک درست کی تھی۔ فریحہ خفا سی ہو کر اٹھ گئی۔

"چلتی ہوں میں۔"

"یہ نورا کہاں گئی ہے۔؟" نانی اماں اس کی طرف متوجہ ہوئیں۔

"اپنے کمرے میں خفا ہو کر۔" اقصیٰ نے بتایا۔

"بلاؤ اسے۔ ایسی نازک مزاجی اچھی نہیں لڑکیوں کے لیے۔"

*_*_*

"مس عفرا! کافی بنا دیں۔" وہ فائل اٹھا کر پلٹنے کو تھی جب حکم صادر ہوا۔ حسب معمول باس صاحب بے ٹھنے دونوں ٹانگیں پھیلائے بڑے ریلیکس موڈ میں بیٹھے تھے۔ شاہ زر نے قدرے ناگواری سے اس کے اسٹائل کو دیکھا اور منہ ہی منہ میں بدبدایا۔

"ڈھنگ سے بیٹھو گدھے! یہ کیا طریقہ ہے؟"

گدھے نے بدک کر ٹانگیں سیدھی کیں۔ الرٹ ہو کر کھا جانے والی نظروں سے شاہ زر کو گھورا کہ سیکریٹری کے لبوں پر دبی دبی مسکان بتا رہی تھی وہ یہ جملہ سن چکی ہے۔

"سر! شوگر کتنی لیں گے آپ؟" عفرا نے شاہ زر سے پوچھا۔

"ایک چمچ۔" وہ بغیر نظریں اٹھائے بولا۔

"اور سر! آپ۔" اس نے فاران سے پوچھا۔

"آپ کو شوگر ملانے کی کیا ضرورت ہے۔ بس انگلی ہلا دیں۔" باس خاصے رومینٹک موڈ میں تھا۔

"جی سر۔" عفرا نے چمچ رکھ کر شہادت کی انگلی کھڑی کی۔

"یہ۔۔۔ یہ کیا کر رہی ہیں آپ۔" باس بوکھلا کر کھڑا ہوا۔

"سر! انگلی ہلا رہی ہوں۔" وہ مزے سے انگلی کافی میں گھمائے جا رہی تھی۔

"میں نے محاورتاً کہا تھا مس عفر۔ دو چمچ چینی ملا دیں۔" وہ منہ بنا کر واپس بیٹھا۔

"سوری سر! میں سمجھی نہیں تھی۔" جبکہ لبوں کی تراش میں اب بھی مسکراہٹ مچل رہی تھی۔ شاہ زر نے لب بھینچ کر اپنی مسکراہٹ روکی۔

"یہ کیا آپ جا رہی ہیں۔؟" اسے جاتے دیکھ کر باس صدمے کی حالت میں بول اٹھا۔

"سر!" عفرا سنجیدگی و بیزاری سے پلٹی۔ "آپ کہیں تو میں اپنی ٹیبل یہیں لگوا لوں۔"

"زہے نصیب۔" باس کی باچھیں کھل گئیں پھر شاہ زر کی طرف دیکھ کر سٹپٹا کر سنجیدہ ہوا۔

"زیادہ سر پر چڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اپنی اوقات یاد رکھا کرو سیکریٹری۔"

"بٹ سر! میں تو اپنی جگہ پر کھڑی ہوں۔"

"آپ کافی نہیں پئیں گی ہمارے ساتھ۔" وہ زیادہ دیر اس حسین صورت سے خفا بھی نہیں رہ سکتا تھا۔

"نو سر! میں کافی نہیں پیتی۔"

"واٹ" آپ واقعی کافی نہیں پیتیں۔"

"جی سر! میں لسی پیتی ہوں۔" عفرا سنجیدہ لہجے میں گویا ہوئی۔ باس کی کافی چھلک گئی۔

"لسی۔" وہ تعجب سے بولا۔

"جی سر! لسی۔ وہ جو بھینس کے دودھ سے بنتی ہے۔" عفرا سمجھی وہ لسی نہیں جانتا۔

"سر! آپ نے کبھی بھینس نہیں دیکھی۔"

باس ہونقوں کی طرح منہ اٹھا کر دیکھنے لگا۔

(یا خدا! میں نے بھینس کہا ہے۔ یہ میری طرف کیوں دیکھ رہا ہے۔)

"سر! میں اب جاؤں۔" وہ سٹپٹا کر مسکرائی۔ باس نے کھلا منہ بند کیا اور ناک چڑھا کر بولا۔

"تب ہی آپ میں سے ہر دم لسی کی بو آتی رہتی ہے۔"

"سر! میں لسی پیتی ہوں نہاتی نہیں ہوں اس سے۔" عفرا تلملا کر بولی۔

"مس عفرا آپ جائیں۔" شاہ زر نے تنگ آ کر کہا۔ عفرا نے متشکرانہ نگاہوں سے اس مانوس اجنبی کو دیکھا اور باہر نکل گئی۔

"یار! یہ کیسی پینڈو سی سیکریٹری رکھی ہے بابا نے۔ لسی پیتی ہے اور فر فر انگریزی بولتی ہے۔" وہ شاہ زر کی طرف پلٹا۔

"یہ کیا انداز ہے تمہارا۔ یہ تم آفس چلا رہے ہو یا تھیٹر میں کوئی ڈرامہ کر رہے ہو۔" شاہ زر نے سنجیدگی سے لتاڑا تو وہ مسکراتا ہوا اس کے پاس آ بیٹھا۔

"یار! کیا کریں۔ ہم ٹھہرے آرٹسٹک بندے۔ یہ بزنس، یہ آفس، یہ مینرز یہ اپنا اسٹائل نہیں یار۔"

"اور یہ تمہاری سیکریٹری کیا سوچتی ہوگی وہ۔ اٹس ریئلی مین اینڈ چیپ۔"

"عفرا۔" وہ صوفے کی بیک سے پشت نکا کر مسکرایا۔ "اس لڑکی میں سے مجھے خالص دودھ اور لسی کی خوشبو آتی ہے۔"

شاہ زر نے گھورا تو ہاتھ اٹھا کر فوراً بولا۔

"آئی ایم سیریس۔ وہ ایک نیچرل بیوٹی ہے۔"

فاران نے کپ ٹیبل پر رکھا اور کھڑا ہو گیا۔

"جیسے، جیسے سرسوں کے کھیت پر پھیلا خوابناک اجالا۔ جیسے چاندنی کا کائنات پر پہلا سفر۔ جیسے رات کی رانی میں کھٹے میٹھے لیموں کی باس کھل مل جائے۔"

شاہ زر دم بخود سن رہا تھا۔

"مگر فاران! وہ اتنی خوبصورت تو نہیں۔"

"میں نے کب کہا وہ خوبصورت ہے اور یہ خوبصورتی کیا ہوتی ہے شاہ زر۔" اس نے الٹا سوال کیا۔ شاہ زر خاموش ہی رہا۔

"خوبصورتی دیکھی نہیں جاتی، محسوس ہوتی ہے۔ اٹھنے، بیٹھنے، بات کرنے، مسکرانے میں اور اس کی شخصیت کا تاثر اتنا بھرپور اور سحر انگیز ہے کہ میں کیا بتاؤں۔ سچ بتاؤ شاہ زر! کیا تم نے محسوس نہیں کیا؟"

شاہ زر کے دل نے مچل کر تائید کی مگر وہ خاموش ہی رہا۔

"یار! اگر یہ لڑکی مان جائے تو ایک انتہائی زبردست پورٹریٹ......"

"نہیں فاران! تم ایسا نہیں کرو گے۔" شاہ زر ایک دم بول اٹھا۔ فاران اس کے یوں بول اٹھنے پر خاموش سا ہو کے دیکھنے لگا۔ تو وہ نظریں چرا کر کھڑا ہو گیا۔

"اسے یوں ہی سادہ اور معصوم رہنے دو۔"

یہ کہنے کے بعد وہ رکا نہیں۔ فوراً باہر نکل گیا تھا۔ فاران کی سوچتی ہوئی نگاہیں دروازے تک جا کر پلٹ آئیں۔

--*

"ہائے اللہ میرے میچنگ ٹاپس نہیں مل رہے۔" اقصیٰ وارڈروب میں گھسی تھی اور وارڈروب کی چیزیں باہر تھیں۔

"اقصیٰ آنا ذرا بیڈ کے نیچے سے میرے جوتے گھسیٹنا۔" نورا نے کہا۔ خود وہ قالین پر پھسکڑا مارے کانچ کی چوڑیاں چڑھانے کی کوشش میں ہلکان ہو رہی تھی۔ اس کوشش کے نتیجے میں بس چھ چوڑیاں کلائی کی زینت بن سکی تھیں۔ باقی ٹکڑوں کی شکل میں اردگرد بکھری تھی۔ اس نے ذرا سی چھنکا کر کلائی کا جائزہ لیا۔

"یار! یہ چوڑیاں چھوٹی کیسے ہو گئی ہیں پڑے پڑے۔" مطلوبہ کھنک نہ پا کر وہ قدرے پریشانی سے بولی۔

"چوڑیاں چھوٹی نہیں ہوئیں۔ تم موٹی ہو گئی ہو۔" اقصیٰ اپنے مطلوبہ ٹاپس برآمد کر کے وارڈروب سے نکلی اور کانوں میں پھنسانے لگی۔

"اقصیٰ! میرے براؤن شوز نکال دو۔"

"کسی نے تمہارے براؤن شوز ہی دیکھنے آنا ہے۔" عفرا نے اندر آ کر لتاڑا۔

"ننگے پیر چلی جاؤں۔" نورا بھنا کر پلٹی۔

"تم بس بھی کرو۔ پینٹنگ ایگزیبیشن دیکھنے جا رہی ہو۔ پینٹنگ بنوانے نہیں۔" عفرا نے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی اقصیٰ کو ڈانٹا۔

"یار! کیا پتا۔ وہ مصور صاحب میری بے مثال خوبصورتی سے متاثر ہو کر استدعا کریں کہ وہ پورٹریٹ بنانا چاہتے ہیں۔" اس نے نیچرل کلر کی لپ اسٹک لگاتے ہوئے کہا۔

"اگر مصور اندھا ہوا تو یقیناً" ایسا ہی کرے گا۔" نورا نے براؤن کورٹ شوز پیروں میں پھنسائے پھر لپ اسٹک اٹھا کر عفرا کی طرف بڑھاتے ہوئے بولی۔

"تم بھی لگا لو نیچرل کلر کی ہے۔"

"رہنے دو اور پلیز جلدی کرو۔" وہ اکتائی ہوئی تھی۔

"یہ تو آفس میں بھی یوں ہی سر جھاڑ منہ پہاڑ چل دیتی ہیں، تب ہی تو ابھی تک کوئی پرپوزل بھی نہیں آیا۔" اقصیٰ نے شال اوڑھتے ہوئے کہا۔

"مجھے کوئی جلدی نہیں۔ ابھی مجھ سے بڑی بیٹھی ہے۔" عفرا نے منہ بنا کر کہا۔

"ٹیکسی آ گئی ہے، جلدی کرو تم لوگ۔" امی نے

اندر آتے ہوئے کہا تو وہ جلدی سے باہر بھاگیں۔ اقصیٰ صحن میں رک کر واپس عبدالرحمٰن کی چارپائی کی طرف بھاگی۔

"ابو جان! ہم ایگزیبیشن دیکھنے جا رہے ہیں۔"

"جاؤ، بیٹی! مگر جلدی آنا۔" انہوں نے حسب معمول اس کے ماتھے پر بوسہ دیا۔ عفرا نے انتہائی کوفت اور بیزاری میں اپنے کمرے کا دروازہ دھاڑ سے بند کیا جبکہ نورا ابھی اس کے جذبات سے بے خبر ابو سے اجازت لے رہی تھی۔ وہ طیش میں یوں ہی جا کر ٹیکسی میں بیٹھ گئی۔

"دیکھو بچیوں! جلدی آنا۔" امی نے تاکید کی۔

"بس امی! ہم ایگزیبیشن ہال کو ہاتھ لگا کر آجائیں گے۔" اقصیٰ نے تیزی سے سرہلاتے ہوئے کہا۔

"بدتمیز، میرا یہ مطلب تھوڑی تھا۔" امی نے پیار سے چپت لگائی۔

"نورا! یہ مصور کیسا ہوگا۔؟" اقصیٰ نے اشتیاق سے پوچھا۔

"تمہیں مصور سے کیا۔ تم نے تو تصویریں دیکھنی ہیں۔" نورا نے کہا۔

"نہیں نا، جس طرح کتاب کے پیچھے شاعر کی تصویر اچھی ہو تو شاعری پڑھنے میں مزا آتا ہے اس طرح اگر مصور اچھا ہو تو تصویریں دیکھنے میں بھی مزہ آئے گا نا۔" وہ خوش ہو کر بولی۔

"ادھر آ میں تجھے دکھاتی ہوں تصویریں۔" نانی اماں کی چپل نے دروازے تک اس کا پیچھا کیا تھا۔

اقصیٰ بھاگی اور ٹیکسی کے کھلے دروازے میں سما گئی۔ ذرا مسکین صورت ڈرائیور اس درجہ بے تکلفی پر ہکا بکا رہ گیا۔ ان دونوں کے ساتھ ساتھ دروازے پر کھڑی امی کا منہ بھی کھلے کا کھلا رہ گیا تھا اور جب اقصیٰ کو احساس ہوا کہ وہ ڈرائیور کی ساتھ والی سیٹ پر براجمان ہے تو وہ کھسیا کر پچھلی سیٹ کی طرف پلٹی۔

ایگزیبیشن کا تیسرا دن تھا پھر بھی خاصا رش تھا۔

"اتنی خوبصورت پینٹنگ، واؤ۔" اقصیٰ پہلی ہی تصویر پر لٹو ہو گئی۔ سمندر میں ڈولتی سفید بادبانی کشتیاں اور ان پر اترتی شام کے گلابی رنگ۔ مصور کا ہر سٹروک انتہائی بولڈ اور نپا تلا تھا۔ عفرا نے بھی دل ہی دل میں سراہا اور آگے بڑھ گئی۔ اقصیٰ کو اس نے اس کی مرضی پر چھوڑ دیا تھا اور اقصیٰ تو جیسے اسی تصویر سے چپک گئی تھی۔

"تمہیں پتا ہے عفرا۔" اس نے عفرا کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔ "میں ابھی اس تیسری کشتی کے بادباں کو چھو کر آئی ہوں۔"

"تھینکس، شاید اس سے زیادہ خوبصورت تعریف ہو ہی نہیں سکتی لیکن آپ میرا ہاتھ چھوڑ دیں۔ لوگ مشکوک ہو رہے ہیں۔"

انتہائی دلفریب مسکراہٹ کے ساتھ شائستہ لہجے میں کہا گیا تھا۔ اقصیٰ کے سر پر جیسے بم لگا تھا۔ اپنے ہاتھ میں خالص مردانہ ہاتھ دیکھ کر تو ٹانگوں سے جان ہی نکل گئی۔ دوسرے لمحے وہ دوڑتی ہوئی عفرا تک پہنچی تھی جبکہ مصور صاحب کو کسی اور نے اپنی طرف متوجہ کر لیا تھا۔

"کیا گھوڑوں کی طرح ڈور لگاتی پھر رہی ہو۔" عفرا نے پبلک پلیس سے بے نیاز ہو کر اپنے مخصوص لہجے میں ڈانٹا تھا۔ اقصیٰ کی حالت ایسی نہ تھی کہ وہ کوئی جوابی حملہ کر سکتی۔ اس کی ہتھیلی پر جیسے ابھی تک کوئی دہکتا انگارہ دھرا تھا۔ دونوں ہتھیلیاں آپس میں رگڑتے ہوئے یوں ہی تصویر پر نظریں جمائے اس نے خود کو نارمل کرنے کی سعی کی۔

"اس پینٹنگ کو دیکھتے ہوئے مجھے Clude Monet کی "Woman with a Parasal" یاد آرہی ہے۔" عفرا نے کہا۔

"وہ کون تھی، اس کی بیوی۔؟" نورا نے بے دھیانی میں سوال کیا۔

"اس کی پینٹنگ کا نام ہے۔" عفرا نے اس کی لاعلمی پر ماتم کرتے ہوئے بتایا۔

"اچھا، اچھا۔" نورا نے سرہلایا۔ "ویسے یہ تھا کون کلاڈ مونے۔"

"کلاڈ مونے دراصل ـــ" عفرا نے بتانا چاہا اس سے پہلے اقصیٰ بول اٹھی۔

"کس کی' منے کی بات کر رہی ہو۔ جس کی پل پر دکان ہے پر وہ کلاڈ تو نہیں۔ وہ تو "کھنج" ہے۔"

"یا خدا۔" اس نے بھنا کر اس بد عقل کو دیکھا جس نے پیرس کے عظیم مصور کو مناد کا ندار بنا دیا تھا۔

"عفرا! یہ تصویر کتنے کی ہوگی۔" اقصیٰ نے پوچھا۔

"تم نے لینا ہے۔؟" اس کا موڈ بگڑ گیا تھا۔

"عفرا ایک تصویر خرید نہ لیں۔ اپنے بیڈ روم میں لگائیں گے۔" اقصیٰ نے اشتیاق سے کہا۔

"ہاں بیڈ روم میں لگائیں گے۔ جہاں اماں اور نانی اماں کے جہیز کی پیٹیاں بھی پڑی ہیں۔" عفرا نے جل کر کہا۔

"تو سارے جہان کو خبر تو نہ کرو۔ ہم ڈرائنگ روم میں لگالیں گے جہاں دس ہزار کا صوفہ پڑا ہے۔ ڈیک کے عین اوپر۔" اقصیٰ نے مسکرا کر پاس کھڑی لڑکی کو دیکھا جو بے دھیانی میں ان کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔

"میری دو مہینے کی تنخواہ جائے گی تب ایک تصویر آئے گی۔" عفرا کہتی ہوئی پلٹی پھر ٹھٹک کر رک گئی۔ اس کے عین پشت پر شاہ زر کھڑا تھا۔ ہونٹوں کی تراش میں مبہم سی مسکان بتاتی تھی کہ وہ ان کی ساری باتیں سن چکا ہے۔ اسے اس قدر قریب دیکھ کر وہ ذرا سٹپٹا گئی۔ شاہ زر نے تصویر سے نظر ہٹا کر اس کی طرف دیکھا۔

"ہیلو آپ بھی آئی ہیں۔؟"

"جی۔" عفرا نے مختصراً کہا اور پھر نکلنے کا رستہ دیکھنے لگی۔ شاہ زر مسکرا کر ایک طرف ہٹ گیا۔

"یہ کون تھا۔؟" نورا نے سرگوشی کی۔

"آفس میں ......"

"ہائے اللہ تم اتنے ہینڈسم لوگوں کے ساتھ کام کرتی ہو۔ تب ہی ملازمت نہیں چھوڑتیں۔" اقصیٰ کی سرگوشی خاصی بلند تھی۔ شاہ زر نے بمشکل اپنے قہقہے کا گلا گھونٹا۔

"بکواس نہیں کرو۔" عفرا نے کڑے تیوروں سے اسے گھورا۔

"اچھا ناراض تو نہ ہو۔ مجھے مصور سے ملنا ہے۔" اقصیٰ نے فرمائش کی۔

"مجھے نہیں پتا۔ کہاں ہے وہ۔؟" عفرا کا موڈ بری طرح بگڑا تھا۔

"تو ان سے ملے بغیر تو میں نہیں جاؤں گی۔" وہ بھی اینٹھ گئی۔

"آپ کو جانا بھی نہیں چاہیے۔" شاہ زر ذرا آگے ہوا۔

"آپ پہچانتے ہیں انہیں۔؟" اقصیٰ نے اشتیاق سے پوچھا۔

"جی۔" اس نے ایک نظر عفرا پر ڈالی۔ "وہ کھڑے ہیں مسٹر فاران۔"

"کیا۔؟" عفرا جھٹکے سے ادھر مڑی۔ فین کے درمیان گھرے سیکنڈ باس صاحب انتہائی سنجیدگی و بردباری سے گفتگو فرما رہے تھے۔

"یہ..... یہ تو۔" تحیر سے اس کی آنکھیں پھیل گئی تھیں۔

"جی یہ ہی مصور ہیں۔" شاہ زر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نورا! مجھے پکڑنا۔" وہ جیسے بے ہوش ہونے والی تھی۔

"میں یہ کام مس نورا سے زیادہ بہتر کر سکتا ہوں۔" شاہ زر کی آنکھوں میں شرارت مچل گئی۔

"جی۔" عفرا نے فی الفور بے ہوش ہونے کا ارادہ ملتوی کرتے ہوئے کھا جانے والی نظروں سے اسے گھورا پھر اقصیٰ کا ہاتھ تھام کر گھسیٹتی ہوئی وہاں تک گئی تھی جبکہ اقصیٰ پاس جا کر جو رکی تو ٹانگوں سے جان دوبارہ نکل گئی تھی اور ہتھیلی جل اٹھی۔ یہ تو وہی تھا۔

"ہیلو سر!" عفرا کو اپنے سامنے دیکھ کر وہ سٹپٹایا۔ پھر فوراً ہی سنبھل کر مسکرایا۔

"سر! آپ نے بتایا ہی نہیں کہ آپ مصور بھی ہیں۔" عفرا نے پوچھا۔

"وہ میرا پروفیشن ہے' یہ میری ہابی اور میں دونوں میں تھوڑا فاصلہ رکھتا ہوں۔" ایسی سنجیدگی' ایسی بردباری۔

عفرا نے آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھا۔ آیا وہی ہے یا اس کا ڈوپلی کیٹ۔

"کیا ہوا؟ یقین نہیں آیا۔" وہ ایک بھرپور نظر اقصیٰ کے تجل سے چہرے پر ڈالتے ہوئے بولا۔ وہ مسلسل ہاتھ چھڑا کر بھاگنے کے چکر میں تھی۔

"یہ آپ کی سسٹر ہیں۔" فاران نے اقصیٰ کی طرف اشارہ کیا۔

"جی سر اور یہ بھی۔" عفرا نے نوریا کی طرف اشارہ کیا۔

"فاران صاحب! آپ آٹوگراف دیں گے۔ دراصل اس کو مصور بہت اچھے لگتے ہیں۔" نوریا نے اقصیٰ کو بُت دیکھ کر اس کے ہاتھ سے آٹوگراف بک کھینچ کر فاران کے سامنے کی۔

"وہ تو کیا میں بھی۔" اس نے براہ راست اقصیٰ کو دیکھا۔ وہ سٹپٹا کر اپنے جوتے دیکھنے لگی۔ اس نے پین کھولا۔ ذرا سا مسکرایا، کچھ لکھا اور بند کر کے عفرا کو تھمادی۔

"صبح آفس میں ملاقات ہو گی مس عفرا۔" وہ آگے بڑھ گیا۔ عفرا نے آٹوگراف بک کھولی پھر سٹپٹا کر رہ گئی۔ اس پر لکھا تھا۔

"عقل بڑی کہ بھینس۔" فاران۔

"یہ کیسا آٹوگراف ہے۔"

"اس کو دیکھ کر تو یقین ہو جاتا ہے کہ بھینس ہی بڑی ہے۔" عفرا تلملا کر بولی۔

"پر یہ تھا کون؟ تمہیں جانتا تھا۔" نوریا نے پوچھا۔

"یہ ہمارے باس ہیں۔"

"کیا؟" اقصیٰ چیخ اٹھی۔ "وہ والے باس، جو بدبودار موزے پہنتے ہیں اور پاگلوں جیسی باتیں کرتے ہیں۔"

"ارے چپ۔" عفرا نے بے اختیار اس کے منہ پر ہاتھ رکھا تھا۔

*_*_*

"مس جی! یہ آپ کے لیے کوئی دے کر گیا تھا۔" بڑی سی پیک شدہ پینٹنگ چپراسی اس کی میز پر رکھ گیا تھا۔

"یہ۔۔۔ یہ کون دے گیا ہے۔؟" وہ حیرت سے پین دانتوں میں دبا کر بولی۔

"پتا نہیں جی، کچھ نام پتا تو نہیں بتایا۔"

ثمین اپنی میز سے اٹھ کر اس کے پاس آئی۔

"کس نے بھجوائی ہے۔؟" عفرا اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

"پتا نہیں۔" وہ کندھے اچکا کر بولی اور پینٹنگ گھما کر چاروں طرف سے اس نادیدہ مہمان کا نام پتا ڈھونڈنے کی کوشش کی۔

"ریپر پھاڑو شاید اندر کچھ رکھا ہو۔" ثمین کو بھی تجسس نے گھیر لیا۔

"خدا بخش! یہ میرے لیے بھیجی ہے؟ نام تو ٹھیک سے سنا تھا نا تم نے۔" اسے شک تھا کہ شاید خدا بخش نے نام سننے میں غلطی کی ہو۔

"نہیں مس صاحبہ! وہ ملازم تھا اور اس نے آپ ہی کا نام لیا تھا۔" وہ پورے یقین سے بولا تھا۔

"اچھا جاؤ تم۔"

"کھولوں۔؟" ثمین نے ریپر پر ہاتھ رکھا۔

"ہاں کھولو۔" وہ الجھے الجھے لہجے میں بولی۔ ثمین نے ریپر پھاڑا۔ عفرا اچھل ہی تو پڑی۔ یہ وہی تصویر تھی جس کے سامنے کھڑے ہو کر وہ نوریا کو کلاڈ مونے کے بارے میں بتا رہی تھی۔

"تو کیا۔؟" اس نے الجھے ہوئے انداز میں آفس کے بند دروازے کی طرف دیکھا۔

"ارے یہ کیا۔؟" ثمین کے ہاتھ میں ننھا سا سفید کارڈ تھا۔ عفرا نے فوراً جھپٹ لیا۔

انجان نگاہوں کی وہ مانوس سی خوشبو
کچھ یاد تو پڑتا ہے کہ پہلے بھی ملے ہیں

اس کے ذہن میں جھماکا ہوا۔ تصویر واضح ہوئی تو تھی۔ پر جب تک کوئی ثبوت ہاتھ نہ آتا کیسے کچھ کہہ سکتی تھی۔

"کون ہو سکتا ہے عفرا ذرا سوچو تو۔"

"مجھے نہیں معلوم۔" عفرا نے کارڈ ڈسٹ بن میں ڈالا اور پینٹنگ دیوار کے ساتھ ٹکا دی۔ نجانے کیوں اسے اچھا نہیں لگا تھا۔

"کیا سوچتی ہو گی ثمین! ایسی لڑکی ہوں میں جسے گم نام لوگ گفٹ بھیجتے ہیں۔" یوں ہی الجھتی ہوئی وہ گھر

آئی۔ پینٹنگ وہیں آفس میں رکھوا آئی تھی لیکن گھر میں شزا اور ننھی حیا کو دیکھ کر ساری کلفت دور ہو گئی تھی۔

"رہنے آئی ہو ناں۔؟" ملنے کے بعد اس نے پہلا سوال یہی کیا تھا۔

"صبح جاؤں گی۔" اس نے ننھی حیا کو اس کی گود میں ڈالا۔

"چلو' یہ بھی غنیمت ہے۔"

"چلو بیٹی! پہلے کپڑے بدل کر کھانا کھاؤ۔ بعد میں باتیں کر لینا۔" امی نے کہا تو وہ حیا کو بے تحاشا پیار کرتی ہوئی اندر چلی گئی۔

"ابو کب آئے تھے امی۔؟" شزا نے اقصیٰ کی گود میں حیا کو دیا۔

"بس کچھ دن ہی ہوئے ہیں۔" وہ نظریں چرا کر بولیں۔

"آپ نے مجھے بتایا بھی نہیں۔ ایک فون بھی نہیں کیا۔" اس نے ماں سے شکوہ کیا۔ وہ خاموش ہی رہیں۔

"مگر یہ سب کچھ ہوا کیسے۔ میں تو حالت دیکھ کر حیران ہوں ان کی۔ کب ہوا یہ حادثہ۔"

وہ بار بار اپنی نم آنکھیں دوپٹے سے رگڑنے لگتی۔ امی اس کو حادثے کی تفصیلات بتانے لگیں جس میں ان کی دونوں ٹانگیں ضائع ہو گئی تھیں۔

"اور وہ لوگ جن کی بنا پر ابو نے ہمیں ٹھکرایا تھا۔ اپنا سب کچھ ان پر لٹایا تھا۔ انہوں نے کیسے چھوڑ دیا ابو کو۔" وہ اپنے باپ کی بے قدری پر بے دریغ آنسو بہا رہی تھی۔

"تمہارے چچا کا تو انتقال ہو گیا تھا۔"

"کب۔؟" یہ بالکل غیر متوقع خبر تھی اس کے لیے۔

"دو سال ہونے کو آئے۔" امی نے آہستگی سے بتایا۔ "بعد میں تمہارے ابو نے ہی سارے بزنس کو سنبھالا دیا تھا۔ تمہارے چچا کے چھوٹے دونوں بیٹے امریکہ پڑھنے چلے گئے۔ بڑے بیٹے کی شادی تمہارے ابو نے خود اپنے ہاتھوں سے کروائی۔ پھر وہ حادثہ ہوا تو سارا کاروبار تمہارے چچا کے بڑے بیٹے کے ہاتھوں میں چلا گیا تو۔۔۔" بتاتے بتاتے امی کا گلا رندھ گیا۔

"تو وہ ابو کو یہاں چھوڑ گئے۔ یعنی چچی نے اس بات کا واضح ثبوت دیا کہ غیر' غیر ہی ہوتے ہیں اور ابو کی دوسری بیوی۔۔۔"

"وہ تو حادثے کے فوراً بعد چھوڑ گئی تھی۔ خدا کی کرنی ہے بیٹی۔ تمہارے ابو نے اولاد نرینہ کے لیے دوسری شادی کی۔ پر بیٹا چھوڑ بیٹی بھی نہ ہوئی۔"

"ابو نے بھی تو کچھ کم نہ کیا تھا امی۔ کوئی یوں بھی اپنی بیٹیوں سے نفرت کرتا ہو گا۔ لوگ تو لنگڑے' لولے' ذہنی طور پر معذور بچوں کو بھی سینے سے لگا رکھتے ہیں۔ ابو نے تو ہمیں یوں خود سے الگ کیا جیسے۔۔۔" اس کی آواز گھٹ کر رہ گئی۔ "اگر لالہ جی اور نانی اماں نہ ہوتے تو کہاں لے کر جاتیں آپ ہم چار جانوں کو۔"

"بس بیٹا! جو وقت گزر گیا' اچھا تھا۔ بھول جاؤ سب۔ اب اپنے باپ سے کچھ مت کہنا۔" امی نے دوپٹے میں آنسو جذب کیے۔

"ان سے کیا کہوں گی امی! میں تو انہیں دیکھ کر ہل گئی تھی۔ کیسے گھن گرج اور رعب داب والے ہوا کرتے تھے۔ مجھے گلے سے لگا کر کتنی دیر روتے اور معافیاں مانگتے رہے۔ اب ہم نے انہیں کیا کہنا ہے۔ قسمت نے خود انہیں اتنی بڑی سزا دے دی ہے کہ۔۔۔"

"ابو کہہ رہے ہیں' حیا کو میرے پاس لاؤ۔" اقصیٰ آ کر بولی۔

"ہاں لے جاؤ۔" اقصیٰ نے حیا کو لیا۔ وہ ابھی محض چھ ماہ کی تھی۔

"میں عفرا کی طرف سے بہت پریشان ہوں۔ وہ تو ان سے سیدھے منہ بات ہی نہیں کرتی۔" اقصیٰ کے جانے کے بعد انہوں نے کہا۔

"اب اتنی جلدی تو سب کچھ ٹھیک نہیں ہو جائے گا نا۔ سچ پوچھیں' جب مجھے خبر ملی تو میں نے بھی جنید سے یہی کہا تھا کہ "اب بیٹیاں یاد آ گئیں انہیں۔ وہ تو ان کی حالت دیکھ۔۔۔"

"عفرا کا دل تو ان کی حالت دیکھ کر بھی نہیں پسیجتا۔

دو دل کے مریض ہیں۔ ہر پل یہی سوچ کر کڑھتے رہتے ہیں کہ عفرا نے انہیں معاف نہیں کیا۔"

"عفرا اپنے باپ پر گئی ہے کنیز بیٹی۔" لالہ جی حقے سمیت وارد ہوئے۔

"یہ سب آپ کے لاڈ پیار کا نتیجہ ہے۔ اوپر سے اسے نوکری کی اجازت بھی دے دی۔"

"خیر ابا! یہ تو آپ نہ کہیں۔ اس میں ٹیلنٹ ہے تو اسے کرنا بھی چاہیے۔ اب وہ زمانہ نہیں رہا کہ ایک کمائے تو دس بیٹھ کر کھائیں۔" شہزا نے اختلاف کیا۔

"دل کے آئینے پر گرد جم جائے تو اتنی آسانی سے صاف نہیں ہوتا۔ پر تم کچھ انتظار تو کرو کنیز! حالات و واقعات کچھ اس طرح ترتیب پائیں گے کہ یہ آئینہ پھر سے چمک اٹھے گا۔ بوتل میں زیادہ گیس بھر جائے تو وہ پھٹ جائے گی۔ اس پر زیادہ بوجھ مت ڈالو۔ دیکھنے، سوچنے اور سمجھنے دو۔ وہ تو اتنی سعادت مند ہے۔ آج حکم دو تو باپ کے گلے لگ جائے گی۔ پر کڑھتی اور جلتی رہے گی۔ اس مزاج کے بچے کو نکیل ڈالو، پر پیار سے، محبت سے۔"

لالہ جی اپنے مخصوص دبنگ لہجے میں بول رہے تھے۔

"باقی تینوں بھی تو ہیں۔" امی نے دبی زبان میں کہا۔

"اس گھر میں دس بندے رہتے ہیں۔ نہ کسی کا رنگ ملتا ہے، نہ نقش۔ تو مزاج کیسے ہو سکتے ہیں۔ یہ تو قدرت کے کرشمے ہیں۔ کوئی کسی واقعے کو چٹکیوں میں اڑا جاتا ہے تو کسی کے لیے وہ ساری عمر کا روگ بن جاتا ہے۔ ہر کسی کو ایک ہی لاٹھی سے نہیں ہانکا جا سکتا۔"

"شہزا! تم ہمیں بھی دستیاب ہو گی یا نہیں۔" عفرا باہر آئی۔

"ابھی نہیں رات کو۔" شہزا مسکرائی۔

"او کے۔ تمہارا بستر اوپر ہی لگا لیں نا۔؟" اس نے پوچھا تو شہزا نے اثبات میں سر ہلا دیا اور واقعی سارے بزرگوں سے فارغ ہو کر اوپر آ گئی تھی۔ تو وہ تینوں جھمیلے کے ساتھ منتظر تھیں۔

"ارے بھئی ابھی تو کھانا کھایا ہے۔" اس نے سوئی ہوئی حیا کو لٹایا۔

"یہ تو رات کے لیے ہے جب باتیں کرتے کرتے بھوک لگ جائے گی تب۔" نورا لحاف میں سے "سری" نکالے بیٹھی تھی۔

"ابھی مونگ پھلی پیش خدمت ہے۔" اقصیٰ نے لفافہ درمیان میں رکھا۔

"تم آج کل کیا کر رہی ہو۔" شہزا نے مونگ پھلی اٹھاتے ہوئے پوچھا۔

"آپ مستقبل کی عظیم رائٹر سے مخاطب ہیں۔" وہ فخر سے گردن اکڑا کر بولی۔

"کیا مطلب۔؟"

"یہ آج کل ناول لکھ رہی ہے۔" نورا نے منہ بنا کر اطلاع دی۔

"او واقعی۔" شہزا نے تعجب سے پوچھا۔

"اس کو چھوڑو۔ تم بتاؤ کہیں ساری کیمسٹری مکئی کی روٹیوں میں گوندھ کر تو نہیں کھلا دی سسرالیوں کو۔" عفرا نے پوچھا۔

"نہیں بھئی، میں نے جنید سے بات کی تھی۔ وہ کہہ رہے تھے۔ میں لیکچرر شپ کے لیے اپلائی کر دوں۔"

"تو حیا کو کون سنبھالے گا۔" عفرا نے حیرت سے پوچھا۔

"ارے بھئی، اس کی دادی اور پھپھیاں ہیں نا۔ یوں بھی وہ سارا دن میرے پاس کب ہوتی ہے۔" شہزا مسکرائی۔

"شہزا! جنید بھائی حیا سے پیار تو کرتے ہیں نا۔؟" عفرا کے لہجے میں عجیب سا خوف در آیا تھا۔

"اپنے پاپا کی تو جان ہے یہ۔" شہزا نے سوئی ہوئی حیا کی ناک کو دھیرے سے چھوا تو عفرا کے اندر سکون سا اتر آیا تھا۔ جب حیا پیدا ہوئی تھی تو وہ بہت روئی تھی۔ اسے یوں لگتا ایک اور عفرا پیدا ہوئی ہے۔ وہ کتنی خوفزدہ تھی۔

جب تک جنید بھائی نے حیا کے منے سے وجود کو بانہوں میں بھینچ کے بے تحاشا پیار نہ کر ڈالا وہ یوں ہی مضطرب رہی تھی۔

*_*_*

"ارے یہ پینٹنگ۔" باس نے حیرت سے عینک درست کی۔ بریف کیس ایک سے دوسرے ہاتھ میں منتقل کیا۔ "شاید یہ میری بنائی ہوئی پینٹنگ ہے۔"

وہ حتی الامکان جھک کر دیوار کے ساتھ کھڑی تصویر پر اپنے سائن ڈھونڈنے کی کوشش کر رہے تھے۔

"سر! یہ یقیناً" آپ کی بنائی ہوئی تصویر ہے۔" عفرا کی آواز پشت پر سے ابھری تو فوراً" سیدھے ہوئے۔

"تو یہ یہاں کیا کر رہی ہے؟ کیا اس دن آپ نے یہ تصویر خریدی تھی۔؟"

"جی۔" وہ ذرا گھبرائی۔ "جی سر۔"

"تو یہاں کیوں رکھی ہے یہ۔ اس کو اپنے گھر لے کر جائیں۔" وہ تعجب سے بولے۔

"جی سر۔" وہ سر جھکا کر بولی۔

"ٹھیک ہے کام کریں اپنا۔"

"سر! وہ۔" اس نے جاتے ہوئے باس کو پکارا۔ "شاہ زر صاحب نہیں آئے کافی دنوں سے۔" اس نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

"جب تک شاہ زر نہیں آئے گا یہ پینٹنگ یہیں رکھی رہے گی۔؟" باس پلٹے۔

"جی سر۔؟" عفرا اچھل ہی تو پڑی تھی۔ باس ذرا سا گڑبڑا گئے۔

"ہم۔۔۔ میرا مطلب ہے کہ آپ کو ان سے کیا کام ہے۔؟" آخر میں ماتھے پر شکنیں پڑ گئی تھیں۔

"کچھ نہیں میں تو یوں ہی پوچھ رہی تھی۔"

"نہیں کوئی کام ہے ان سے۔؟"

"نو سر۔"

"تو کیا آپ سے ادھار لے کر بھاگے ہیں وہ۔"

"نہیں۔" عفرا نے سر اٹھا کر دیکھا کہ شاید مذاق ہو رہا ہو۔ وہاں ہنوز سنجیدگی طاری تھی۔

"جی نہیں۔"

"تو پھر اتنا بے چینی سے انتظار کیوں ہو رہا ہے۔" وہ میز پر ہاتھ رکھ کر ذرا سا جھکا۔

"میں کسی کا انتظار نہیں کر رہی ہوں' ہاں۔" "ہاں" کو کھینچ کر اور خاصہ لمبا کہا گیا تھا۔

"او کے۔۔۔۔ او کے۔" باس نے ہاتھ اٹھا کر اسے ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔ "کل جو آپ کو فائل دی تھی۔ وہ لے کر آئیں۔"

"یس سر۔" ذرا سی دیر میں وہ فائل کے ساتھ اندر تھی۔ جہاں باس سگریٹ کے دھوئیں میں گھرا تھا۔ اس نے ناک سکوڑ کر نہایت ناگواری سے اس کی بو کو محسوس کیا۔

"کیا بات ہے' آپ کی ناک میں درد ہے کیا۔" غایت درجے کی ہمدردی تھی اس کے لہجے میں۔

"سر! آپ سگریٹ بھی پیتے ہیں۔" وہ ذرا صدمے سے بولی۔

"ہاں کیوں۔؟" اس نے تعجب سے اس سوال پر اس کو دیکھا۔

"سر! مت پیا کریں۔"

"کیوں۔؟"

"سر! سگریٹ پیتے مرد بہت برے لگتے ہیں۔"

"آپ کے گھر کوئی سگریٹ نہیں پیتا۔" خلاف توقع اس نے برا نہیں مانا۔

"نو سر! وہاں سب حقہ پیتے ہیں۔" عفرا نے مزے سے بتایا۔

"حق۔۔۔۔" آگے گلے میں دھواں پھنس گیا تھا۔

"قا سر۔" عفرا نے حقے کا تلفظ مکمل کیا۔

"معلوم ہے مجھے۔" باس نے سگریٹ ایش ٹرے میں مسلا۔ "کون کون ہوتا ہے آپ کے گھر میں۔"

"سر! سب لوگ گھر میں ہی ہوتے ہیں۔"

"کون۔۔۔ کون ہوتا ہے۔؟" وہ زور دے کر بولا۔

"سر بہنیں' امی' نانو اور لالہ جی۔"

"اور آپ کے فادر۔؟"

"وہ بھی ہوتے ہیں۔" اس کا حلق تک کڑوا ہو گیا۔ فاران نے ایک لمحے کو اس کے چہرے پر بکھری ناگواری کو دیکھا پھر میز پر کہنی ٹکا کر ذرا آگے ہوا۔

"وہ بہن آپ کی چھوٹی بہن۔ کیا نام تھا ان کا۔؟"

"قصی سر۔"

"قصی۔" وہ ذرا سا مسکرایا۔ "اس میں سے لسی کی بو نہیں آتی۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے سر! وہ تو گھڑے کے گھڑے انڈیل جاتی ہے۔"

"کسی کے" حیرت سے آنکھیں پھیلیں۔

"جی سر! بٹ سر وہ آپ نے آٹو گراف کیسا دیا تھا اقصیٰ بہت خفا تھی۔"

"کیا کہہ رہی تھیں۔" وہ اشتیاق سے آگے جھکا۔

"چھوڑیں سر! آپ خفا ہوں گے۔" عفرا نے مسکراہٹ دبائی۔

"نہیں خفا ہوں گے نا۔ آپ بتایئے بھی۔" وہ بے چینی سے بولا۔

"سر! وہ کہہ رہی تھی 'تمہارے باس کو دیکھ کر تو یہی لگتا ہے کہ بھینس بڑی ہے۔" وہ آرام سے کہہ گئی۔

"واٹ۔" باس اچھلا۔ "کھڑی ہو جائیں آپ۔"

"سر! میں کرسی پر کھڑی نہیں ہوں گی یہ تو اسکول کے زمانے کی سزا ہے۔" وہ روہانسی ہو کر بولی۔

"گیٹ آؤٹ فرام ہیر۔ مجھے معلوم ہو گیا ہے آپ کی کزن بھی آپ کی طرح جاہل اور پینڈو ہے۔" باس غصے میں لال پیلے ہو رہے تھے۔ اس نے نکلنے میں ایک منٹ بھی نہیں لگایا تھا۔

*_*_*

وہ مختصر تھی اور وہ آ ہی نہیں رہا تھا۔ اسے جیسے سو فیصد یقین تھا کہ یہ گفٹ شاہ زر نے ہی بھجوایا ہے مگر کیوں؟ اس سے آگے ایک بڑا سا سوالیہ نشان تھا۔ کتنے دنوں سے وہ تصویر وہیں دیوار کے ساتھ لگی کھڑی تھی۔ فاران آتا تو سیدھی نظر تصویر پر جاتی اور دوسری عفرا، وہ جیسے چور سی بن جاتی۔

"کہاں دفع ہو گئے ہیں موصوف۔" وہ دل ہی دل میں بڑی مہذب گالیوں سے نوازتی تھی اسے۔

"اب یہ کوئی تک ہے۔ نہ جان 'نہ پہچان اور لے کر اتنا بھاری گفٹ تھما دیا۔"

"اتنا بھاری تو نہیں ہلکی سی تصویر ہے۔" ثمین نے اعتراض کیا تھا۔

"پندرہ بیس ہزار کی تو ہو گی۔" اس نے تفکر سے اندازہ لگایا۔ "آئے تو سہی ایک بار۔ وہ درگت بناؤں گی کہ کیا نانی ماں ہماری بناتی ہوں گی۔ آیا کہیں سے مجھے گفٹ دینے والا۔"

وہ تصویر پر نظریں جمائے دل ہی دل میں اس کی درگت بنا رہی تھی۔ تب ہی کسی نے ہولے سے میز کو بجایا ہے۔

"کیا ہے۔؟" عفرا جھنجلا کر پلٹی پھر اچھل کر کھڑی ہو گئی۔

"یہ ابھی تک یہاں کیوں پڑی ہے۔؟" شاہ زر نے مسکرا کر تصویر کی طرف اشارا کیا۔

"وہ ۔۔۔ یہ ۔۔۔ میں۔" غصہ اتنا شدید تھا کہ منہ میں الفاظ پھنس کر رہ گئے اور وہ آفس میں چلا بھی گیا۔

"شٹ۔" وہ ماتھے پر ہاتھ مار کر بیٹھ گئی۔ "نکلو تو سہی بچو۔" وہ جیسے اسے کچا کھانے کی تیاری میں مصروف تھی۔ انداز کچھ ایسا ہی تھا جیسے نکلتے ہی تصویر منہ پر دے مارے گی اور شاید وہ بھی اس کے ارادے بھانپ گیا تھا۔ تب ہی نہ تو خود باہر آیا 'نہ ہی باس نے اسے کال کیا تھا۔ وہ کئی بار مٹھیاں بھینچتی ہوئی دروازے تک آئی پھر پلٹ گئی۔ تھک کر وہ کرسی پر جا بیٹھی۔

"کیا سمجھتا ہے خود کو لینڈ لارڈ ہے۔" وہ جھنجلاتے ہوئے خود سے لڑ رہی تھی اور پھر لڑنے میں کچھ یوں مصروف ہوئی کہ وہ پاس سے گزر گیا۔ تب خبر ہوئی۔

"سنیے 'میری بات سنیں۔" وہ بھاگتی ہوئی آفس کے دروازے میں اسے جا لیا اور سامنے کھڑے ہو کر رستہ بلاک کیا۔

"فرمایئے۔" وہ جیسے مجبوراً" رکا تھا۔ عفرا نے سینے پر ہاتھ رکھ کر پھولے ہوئے سانس کو بحال کیا (جو بھاگنے سے کم 'غصے سے زیادہ پھولا تھا۔) اس کے بعد کھا جانے والی نظروں سے شاہ زر کو گھورا۔ جو بڑے صبر سے منتظر تھا۔

"یہ تصویر آپ نے بھجوائی ہے۔" عفرا نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں پوچھا۔

"جی۔" مقابل کا لہجہ و انداز سنجیدہ و بردبار تھا۔

"پر کیوں 'کیا رشتہ ہے آپ کا اور میرا۔" اس کا لہجہ و انداز ہنوز وہی تھا۔

"رشتے کا تعین آپ کریں گی یا میں۔" وہ اسے نرم

گرم نگاہوں کے حصار میں لیتے ہوئے بولا۔
”جی۔“ وہ سٹپٹا گئی۔
”اور کیا یہ میں بتاؤں کہ جب ہم بغیر کسی واضح رشتے کے کسی کو گفٹ دیتے ہیں تو کیا رشتہ ہوتا ہے ہمارا اس کے ساتھ اور آپ کا ہمارا رشتہ تو بہت واضح ہے مس عفرا عبدالرحمن۔“

اس کا لہجہ معنی خیز تھا۔ مارے حیرت کے عفرا کا منہ کھل گیا۔ سب سے پہلے اس نے اپنے بے قابو ہوتے اور لے بدلتے بدتمیز و شریر دل کو دو چپت لگا کر قابو کیا پھر از سر نو اسے گھورا۔

”دیکھیں زیادہ اسمارٹ بننے کی کوشش مت کریں۔“

”میں آل ریڈی اسمارٹ ہوں۔ اس میں میری کوشش کا کوئی دخل نہیں۔“ اس کی آنکھوں میں شرارت جاگی۔

”دیکھیں آفس میں تماشا بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔“

”آفس۔“ اردگرد نگاہ دوڑائی۔ ”خالی ہے۔“

”ایں۔“ وہ پلٹی۔ پتا ہی نہیں چلا کب آفس خالی ہوا شاید تب جب وہ خود سے لڑنے میں مصروف تھی۔

”دیکھیں۔ میں اتنا منہگا گفٹ افورڈ نہیں کر سکتی۔“ وہ زچ ہو کر بولی۔

”گفٹ لیتے اور دیتے وقت اس کی قیمت نہیں دیکھتے۔“ اس کے پاس ہر بات کا جواب تھا۔ عفرا کو غصہ ہی تو آ گیا۔

”کیا سمجھتے ہیں آپ خود کو۔ ایک بار کہہ دیا مجھے یہ گفٹ نہیں لینا تو نہیں لینا۔ تصویر اٹھائیں اور چلتے پھرتے نظر آئیں۔ آئندہ مجھ سے بات کرنے یا گفٹ دینے کی کوشش کی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔ میں ہر ایرے غیرے سے گفٹ نہیں لیتی۔ سمجھے آپ۔“

آخری جملہ اس قدر چیخ کر کہا گیا تھا کہ شاہ کو بے اختیار اپنے کانوں پر ہاتھ رکھنے پڑے۔ پھر اس نے ایک نظر اس کے تپتے الجھتے چہرے پر ڈالی۔ وہ یوں مٹھیاں بھینچ رہی تھی جیسے اس کا گلا دبانے لگی ہو اور دانت یوں کچکچا رہی تھی جیسے اسے کچا کھانے کی ابتدائی تیاریوں میں مصروف ہو۔

”میں اسے واپس نہیں لے سکتا، کہیں پھینک دو تب بھی گا۔“ شاہ زر نے گہری سنجیدگی سے کہا اور ہولے سے اس کے کندھے کو چھو کر ایک طرف ہٹایا اور چلا گیا۔

”تم ڈھیٹ ابن ڈھیٹ ہو۔“ وہ پیر پٹخ کر چلائی پھر جھٹکے سے مڑی۔ ٹیبل پر بکھری اپنی چیزیں اٹھا کر بیگ میں ٹھونسیں۔

”پڑی رہے یہیں۔ میں بھی نہیں لے جا رہی۔“

”مس عفرا۔“ آفس کے دروازے تک پہنچی تھی جب باس کی گرج دار آواز پر رک جانا پڑا۔ (یہ نمونہ ابھی یہیں موجود تھا۔)

”جی سر۔“

”آفس کو آپ نے کباڑ خانہ سمجھ رکھا ہے جو یہ تصویر اتنے دنوں سے یہیں پڑی ہے۔ اٹھائیں اسے یہاں سے۔“

”یس سر۔“ وہ مرے مرے قدموں سے پلٹی۔ گھسیٹ کر تصویر کو اٹھایا۔

”ذرا آرام سے۔“ باس یوں بلبلایا جیسے تصویر کو نہیں اس کو گھسیٹا گیا ہو۔

بیگ کندھے سے لٹکائے، تصویر تقریباً ”گھسیٹتی“ شاہ زر کو با آواز بلند کوستی وہ الجھتی، سلگتی سڑک کے کنارے چلی جا رہی تھی۔ جب گاڑی اس کے عین پاس رکی۔

”آئیے میں آپ کو چھوڑ آؤں۔“ وہی ڈھیٹ ابن ڈھیٹ تھا۔

”اپنی تصویر لے کر جائیں۔“ عفرا چلائی۔

”ہم دیا ہوا گفٹ واپس نہیں لیتے۔ آپ چاہیں تو یہیں چھوڑ جائیں۔“ اس نے مفت مشورہ دیا اور عفرا نے اس پر عمل کرنے میں کچھ زیادہ دیر نہیں لگائی۔ وہیں درخت کے پاس تصویر پٹخی اور تیز قدموں سے چل دی۔

”بی بی جی! بی بی جی! او مس صاحبہ۔“

”کیا ہے۔“ ان آوازوں پر وہ جھنجلا کر پلٹی۔

”یہ اپنی تصویر آپ وہیں چھوڑ گئی ہیں۔“ وہ شخص

تصویر اٹھائے بھاگا آرہا تھا۔

"اف۔" عفرا نے اپنا سر پیٹ لیا۔ "یہ میری تصویر نہیں ہے۔" وہ صاف مکر گئی۔

"کیسے نہیں ہے جی۔ میں نے خود دیکھا تھا آپ نے وہاں رکھی تھی۔"

"کہا ناں، میری نہیں ہے۔؟" وہ غصے سے چلائی۔

"بی بی جی! کہیں اس میں بم وم تو نہیں چھپایا۔" اس نے سرتاپا اسے مشکوک نظروں سے گھورا۔

"اس میں سچ مچ بم ہے، 'تم فوراً' سے پیشتر دفع ہو جاؤ۔" وہ تصویر جھپٹ کر چلائی۔ وہ شخص سر پر پاؤں رکھ کر بھاگا تھا۔

"اب کیا کہتی ہیں آپ۔" وہ ڈھیٹ ابن ڈھیٹ اب تک سر پر سوار تھا۔ عفرا نے کڑے تیوروں سے اسے گھورا۔ پاس سے گزرتے رکشے کو آواز دے کر پہلے تصویر اس میں ٹھونسی پھر خود سوار ہوئی۔ ذرا سی دیر میں رکشہ ہوا ہو گیا پر اس ڈھیٹ کی جلا دینے والی مسکراہٹ اسے گھر تک سلگاتی رہی تھی۔

*_*_*

"کتنے کی ہے۔؟" نانی اماں نے ناقدانہ نظروں سے تصویر کا جائزہ لیا۔

"نانی اماں! پانچ ہزار کی۔" اس نے حتی الامکان کم قیمت بتائی۔ وہ ان کی چارپائی کے پاس کرسی بچھائے اس پر آلتی پالتی مارے بیٹھی تھی۔ دوسری چارپائی پر ابو اور لالہ جی حقہ گڑگڑا رہے تھے۔ اقصیٰ پاس بیٹھی انہیں کینو چھیل کر دے رہی تھی۔ شہزا صبح ہی واپس چلی گئی تھی۔

"پانچ ہزار۔" نانی اماں دو فٹ اوپر اچھلیں۔

"دماغ تو ٹھیک تھا لڑکی تمہارا۔ پورے پانچ ہزار اس فضول تصویر پر ضائع کر دیے۔"

"فضول تو مت کہیں نانی اماں۔ اتنے بڑے آرٹسٹ کی تصویر ہے۔" اقصیٰ نے تڑپ کر کہا۔

"تم چپ رہو اور اس دن جو نوریا لائی تھی، سو روپے کی اتنی اچھی تصویریں۔"

"نانی اماں! وہ چھپی ہوئی تصویریں تھیں۔ یہ اصلی پینٹنگ ہے' ہاتھ سے بنی ہوئی۔" عفرا خود کو خاصا چغد محسوس کر رہی تھی اس لمحے۔

"پر تم نے یہ خریدی کیوں۔؟" نانی اماں کو عفرا کے خرابیِ دماغ پر کوئی شک نہ رہا تھا۔

"میں نے کب خریدی تھی۔ وہ تو تصویر ہی گلے پڑ گئی۔" وہ بڑبڑائی۔

"کیا کہہ رہی ہو۔"

"نانی اماں! یہ اقصیٰ کو اتنا شوق ہو رہا تھا اس دن' میں نے سوچا لے لیتی ہوں۔"

"پانچ ہزار اس تصویر پر ضائع کر دیے۔ کوئی درختوں پر پیسے لگتے ہیں۔" نانی اماں کو یہی قلق تھا کہ وہ اتنی مہنگی تصویر کیوں خرید لائی۔

"اب بس بھی کرو' بچی کا شوق تھا۔ وہ لے آئی۔" لالہ جی نے حقہ گڑگڑاتے ہوئے کہا۔

"شوق بھی کیسے کیسے پالے ہوئے ہیں۔ اب یہ تصویر کیا انڈے دے گی۔" وہ تنک کر بولیں۔

"کبھی اپنی مرغیوں کے علاوہ بھی سوچ لیا کرو نیک بخت۔" لالہ جی مسکرائے۔

"خبردار جو میری مرغیوں کو کچھ کہا تو۔" نانی اماں نے نثار ہوتی نظروں سے سکھ چین کے پیڑ کے نیچے کڑکڑاتی مرغیوں کو دیکھا۔

"عفرا بیٹی! مجھے بھی دکھاؤ پینٹنگ۔" ابو نے کہا۔ وہ صاف نظر انداز کر گئی۔

"سنا نہیں تم نے۔" نانی اماں نے کڑے تیوروں سے گھورا۔ وہ جیسے جبراً تصویر لے کر ان تک گئی تھی۔ ابو نے تصویر کو غور سے دیکھا پھر مسکرائے۔

"ماشاء اللہ! ہماری بیٹی کی چوائس تو بہت اچھی ہے۔"

وہ یوں ہی سپاٹ چہرہ لیے ٹھس کھڑی رہی۔ لالہ جی نے دیکھا۔ پر یکسر انجان بن گئے۔ نانی اماں پہلو بدل کر رہ گئیں۔

"یہ ہم ابو کے کمرے میں لگائیں گے۔" اقصیٰ نے فوراً کہا۔

"ارے نہیں۔ یہ عفرا بیٹی اپنے لیے لائی ہے نا۔" ان کو تو جیسے عفرا کے چہرے پر بکھری بیزاری نظر ہی نہ آئی۔ وہ تو بس اس سے بات کرنے کا موقع ڈھونڈتے

تھے۔

"نہیں! میں اقصیٰ کے لیے لائی تھی۔ اس کی مرضی کہیں بھی لگا دے۔" اس نے سپاٹ لہجے میں کہتے ہوئے تصویر اقصیٰ کو تھما دی۔

(آپ کے یہ شفقت و محبت کے مظاہرے میرا دل نہیں پگھلا سکتے۔ میں نے نفرت تب چکھی تھی جب اس دل کو نفرت کا مفہوم بھی نہ آتا تھا۔) وہ واپس پلٹی تھی۔

اقصیٰ تصویر پا کر بہت خوش تھی۔ سب ہی لوگ مان گئے تھے کہ وہ تصویر خرید کر لائی تھی مگر نورا سے یہ بات کیسے چھپاتی۔ تب ہی رات میں کھڑکی کھولے دسمبر کے پورے چاند کو دیکھتے ہوئے اس نے نورا سے سب کہہ دیا۔

"کیا۔" وہ اچھل ہی تو پڑی۔ "اس نے گفٹ دیا اور تم گھر لے آئیں۔"

"تو کیا کرتی، سب بتا چکی ہوں تمہیں۔" وہ دھیمے لہجے میں بولی۔

"مگر اس نے تمہیں گفٹ کیوں دیا۔؟" نورا الجھ گئی۔

"مجھے کیا معلوم۔؟" اس نے پورے چاند میں اک عکس بنتے دیکھا۔

"عفرا۔" نورا اچھل ہی تو پڑی۔ "وہ کہیں تم سے محبت تو نہیں کرنے لگا۔"

(جب ہم بغیر کسی واضح رشتے کے کسی کو گفٹ دیتے ہیں تو کیا رشتہ ہوتا ہے ہمارا اس کے ساتھ۔)

"محبت کوئی ایسے ہوتی ہے۔" عفرا نے سر جھٹک کر اس کی بات کو جھٹلایا۔

"اقصیٰ کے افسانے میں تو ایسی ہی ہوتی ہے۔ ویسے عفرا! وہ ہے بہت ڈیسنٹ۔"

"اس میں کیا شک ہے۔؟" عفرا نے صاف گوئی سے کہا۔

"اہں۔" نورا چونکی۔ "عفرا کہیں تم اس سے متاثر تو نہیں ہو رہیں۔"

"متاثر۔" عفرا نے دیکھا۔ پورے چاند میں اس کا عکس واضح ہو گیا تھا۔ شاخ دل پر ننھی سی کونپل پھوٹی تھی جس کی سبز خوشبو سے سرزمین دل مہک اٹھی تھی۔

(دل پر مت جانا، خواری ہی خواری ہے۔)

"ہم جیسی لڑکیاں، جن کے گھر نہ تو کزن ہوتے ہیں اور جنہوں نے مرد کو صرف لالہ جی کے روپ میں دیکھا ہو۔ کسی بھی اچھے، ایجوکیٹڈ اور ڈیسنٹ بندے سے متاثر ہو سکتی ہیں کیونکہ وہ ہمارے لیے بالکل ایک نئی چیز ہوگا اور میرا کیا ہے میں تو دوسرے انسان سے اس کی کسی نہ کسی خوبی کی بنا پر متاثر ہو جاتی ہوں بلکہ سچی بتاؤں، میں اپنے باس سے بھی متاثر ہوں۔" وہ دل کی آواز دبا کر سادہ و شرارتی سے لہجے میں بولی تھی۔

"متاثر ہونا محبت کی پہلی سیڑھی ہے۔" نورا نے اس کا چہرہ کھوجا تو وہ لاپروائی سے کندھے اچکا کر ہنس دی۔

"بے فکر رہو۔ مجھے بلندی سے خوف آتا ہے۔ میں پہلی سیڑھی سے ایک قدم بھی آگے نہیں جاؤں گی۔"

"آر یو شیور۔"

"ہاں بھئی۔" اس نے کھڑکی بند کی اور بستر کی طرف آ گئی۔ "میں، تم اور اقصیٰ اگر محبت کر بھی لیں تو اس سے کسی کو نقصان نہیں پہنچے گا، سوائے اپنی ذات کے۔ کیونکہ نہ تو ہم اس بندے کو بتا سکیں گی اور نہ گھر والوں کو۔"

"میں نہیں چاہتی کہ تمہاری اپنی ذات کو بھی ٹھیس پہنچے۔" نورا نے سنجیدگی سے کہا۔

"نہیں پہنچے گی۔ اب سو جاؤ۔ وہ محترمہ آ رہی ہیں اپنے کسی نئے ناول کا پلاٹ لے کر۔"

عفرا نے کہا اور جب تک اقصیٰ آئی۔ وہ دونوں لحاف اوڑھے خراٹے لے رہی تھیں۔ مجبوراً اقصیٰ کو بغیر کہانی سنائے سونا پڑا۔

*_*_*

"مس عفرا! میں اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا ہوں۔"

"سر! آپ خودکشی کرنے لگے ہیں۔" وہ بڑی خوشی سے بولی تھی۔

"مجھے رات کو نیند نہیں آتی۔" نہایت دل گرفتگی سے فرمایا گیا تھا۔

"پی ٹی وی پر راگ رنگ دیکھا کریں۔" مفت مشورہ حاضر تھا۔

"مجھے بھوک نہیں لگتی۔"

"ویری سمپل۔ آپ کھانا مت کھایا کریں۔"

"دن کا چین' راتوں کا قرار سب لٹ گیا ہے۔ ساری رات تارے گنتا رہتا ہوں۔"

انتہائی دلدوز لہجہ تھا۔ عفرا نے کچھ لمحے ان علامات پر غور کیا پھر انتہائی خلوص سے مشورہ دیا۔

"عطا اللہ عیسیٰ خیلوی کے گانے سننا بند کردیں۔ سب ٹھیک ہوجائے گا۔"

"مس عفرا! مجھے محبت ہوگئی ہے۔" وہ جھنجلا کر گویا۔ عفرا اچھل ہی تو پڑی۔ آنکھیں پھٹ گئیں' منہ کھل گیا۔

"ک.... کس سے۔؟"

"ایک لڑکی سے۔" یہ کہتے ہوئے نگاہ دروازے کی طرف اٹھی۔

"سر! آپ کو ایک لڑکی سے محبت ہوگئی ہے۔؟" وہ یوں بولی جیسے یہ ناممکن بات ہو۔

"لاحول ولا قوۃ" آپ سے کس نے کہہ دیا۔ میں تو کہہ رہا ہوں مجھے محبت ہوگئی ہے۔ اس دفتر سے' اس میز' اس کرسی' اس پیپرویٹ سے۔" فاران بوکھلا گیا تھا۔

"آپ کو پیپرویٹ سے محبت ہوگئی ہے۔" مارے حیرت کے عفرا کی آنکھیں پھٹ گئیں۔ "پر ابھی تو آپ کہہ رہے تھے آپ کو کسی لڑکی......"

"جھوٹ بول رہی ہیں آپ۔ کیسی باتیں کررہی ہیں۔ آپ کو معلوم نہیں' باس سے کس طرح بات کی جاتی ہے۔" اس کے یکدم بات بدلنے پر ہکابکا کھڑی رہ گئی۔

"مس عفرا! میں ان سے ابھی پوچھتا ہوں انہیں کس بات سے محبت ہوگئی ہے۔؟"

"ارے سر آپ۔" شجاعت صاحب کو دیکھ کر اس کے بوکھلانے کی وجہ سمجھ میں آگئی تھی۔

"آپ کب آئے سنگاپور سے۔" عفرا نے پوچھا۔

"ابھی آرہا ہوں۔" وہ گھوم کر اپنی سیٹ پر آئے۔

"مس عفرا آپ ایک ہفتے کی مکمل رپورٹ مرتب کرلائیں۔"

"او کے سر۔" وہ فائل اٹھا کر پلٹی۔ پیچھے ہی فاران لپکا تھا۔

"مسٹر فاران! آپ ذرا میری بات سن کر جایئے گا۔" وہ جیسے حکم حاکم مرگ مفاجات کے تحت رکا تھا۔

"اب مزا آئے گا۔" باہر ثمین مسکرا رہی تھی۔ ذرا سی دیر بعد وہ برآمد ہوا اور بغیر ان کی طرف دیکھے باہر کی طرف لپکا تھا۔ وہ دونوں منہ پر ہاتھ رکھ کر ہنسی روکنے کی کوشش کررہی تھیں۔

----*

اپنے دروازے کے سامنے نہایت چمچماتی بلیک کرولا کو اس نے تعجب سے ہونٹ سکوڑتے ہوئے چاروں طرف سے گھوم کر دیکھا تھا۔

"یہ کون آیا ہے۔؟" بیرونی ڈرائنگ روم کا دروازہ اندر سے بند نظر آرہا تھا۔ گویا جو کوئی بھی تھا اندر تھا۔

"کون ہوسکتا ہے۔" صحن خالی تھا۔ ڈرائنگ روم کے ساتھ کچن میں بھی کھٹر پٹر کی آوازیں آرہی تھیں۔ پرس وہیں چارپائی پر اچھالتی وہ سیدھا کچن میں آئی۔ وہاں کی تیاری کچھ خاص مہمانوں کی آمد کا اعلان کررہی تھی۔

"کیا بات ہے تمہارے متوقع سسرال والے تو نہیں آگئے۔" اس نے پکوڑے تلتی نورا سے پوچھا۔

"نہیں۔" وہ اسے دیکھ کر ذرا ٹھٹک سی گئی۔

"ظاہر ہے وہ اتنی نئی گاڑی میں تو آنے سے رہے۔ پھر کون ہے۔؟" اس نے ایک پکوڑا اٹھا کر منہ رکھتے ہوئے پوچھا۔ نورا جیسے تذبذب کا شکار تھی۔ اندر آتی امی نے اس کا سوال سن لیا تھا۔ تب ہی سپاٹ و سنجیدہ لہجے میں بولی تھیں۔

"دیکھو! زیادہ شور مت کرنا۔ تمہاری چچی اور ان کے دونوں چھوٹے بیٹے آئے ہیں۔"

"کیا۔؟" اس کا دماغ جیسے بھک سے اڑ گیا۔ کوئی

آتشیں سیال تھا جو لہو کی جگہ بہنے لگا۔

"کیوں...... کیوں آئے ہیں وہ یہاں۔" اس کے لہجے میں شعلوں کی لپک تھی۔ امی نے کوئی جواب نہیں دیا' یوں ہی پلٹ گئیں۔ تو وہ لپک کر ان کے سامنے آئی۔

"امی! بولیے نا۔ کیوں آئے ہیں وہ یہاں۔"

"راستہ چھوڑو عفرا! یہ وقت ان باتوں کا نہیں۔ وہ پشیمان ہیں' معافی مانگ رہے ہیں۔" امی کا لہجہ سخت تھا۔ وہ جیسے چیخ ہی تو اٹھی۔

"امی! مت بنیں اتنی سیدھی۔ بیچ کھائیں گے یہ ہم سب کو۔ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے ہم پر عرصہ حیات تنگ کر رکھا تھا۔ ہمارا بچپن' ہماری خوشیاں' ہمارا گھر سب ان کی وجہ سے تباہ و برباد ہو گیا تھا۔ آپ نے انہیں کیوں آنے دیا۔ امی پلیز' ان سے کہیں۔ یہاں سے چلے جائیں۔" غصے کی انتہا سے وہ رو پڑی تھی۔ امی نے بے بسی سے نوریا کی طرف دیکھا۔

"نوریا! اسے سمجھاؤ۔" وہ باہر نکل گئیں۔

"عفرا۔" نوریا نے کچھ کہنا چاہا۔ وہ جیسے بدک کر پیچھے ہٹی۔

"نہیں' مجھے کچھ سمجھانے کی ضرورت نہیں۔ یہ گھر ہمارا ہے نوریا! اور اس گھر پر میں ان منحوس لوگوں کا سایہ بھی نہ پڑنے دوں گی۔" نجانے کیا تھا اس کے لہجے میں کہ نوریا پکوڑے بھول بھال اس کے پیچھے لپکی تھی۔

"عفرا...... عفرا پلیز رکو۔ میری بات تو سنو۔"

اور عفرا کے قدموں میں زنجیر پڑی تھی' عین ڈرائنگ روم کے دروازے میں جا کر۔ زمین پھٹی تھی اور وہ اس میں دھنستی چلی گئی تھی یا شاید آسمان الٹ گیا' باد سموم چلی تھی کہ شاخ دل پر کھلی نازک سی کونپل جھلس کر رہ گئی۔ وہ کبھی بھڑ بھڑ جلتے دل کو دیکھتی تھی تو کبھی نگاہوں کے عین سامنے صوفے پر بیٹھے شاہ زر علیم کو۔

(آپ کا اور ہمارا رشتہ تو بہت گہرا ہے مس عفرا عبدالرحمن۔) سرد و برفاف کہر قطرہ قطرہ برس رہی تھی کہ اس کے حواس مختل ہوئے جا رہے تھے۔

"یہ عفرا ہے نا۔" چچی نے اسے شاید اپنے ساتھ لگایا تھا۔ شاہ زر کے ہونٹوں پر کھلی مسکراہٹ گہری ہوئی جیسے پوچھ رہا ہو۔

"کہو! کیسا لگا سرپرائز۔؟"

(مار ڈالا' میری روح تک کو قتل کر ڈالا۔ شاہ زر علیم اور دل کا کیا پوچھتے ہو۔ بس اک راکھ کا ڈھیر ہے۔) اس نے بمشکل اپنا آپ چھڑایا اور اوپر بھاگ گئی تھی۔

......*

کہر قطرہ قطرہ اس پر برس رہی تھی اور وہ ہڈیوں میں اترتی سردی سے بے نیاز ٹھنڈی دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔

یہ غصہ سمجھ میں آتا ہے۔

یہ نفرت بھی ٹھیک کہ جواز تو ہے۔

پر یہ دکھ...... یہ کیسا دکھ ہے اور کیوں۔؟

کیا کھو گیا؟ کیا لٹ گیا؟ جو یہ دل سسکتا ہی چلا جا رہا ہے۔

مجھے یہ غم کیوں کھائے جا رہا ہے کہ شاہ زر...... شاہ زر علیم کیوں ہے؟ اور میں نے کتنے یقین سے کہا تھا۔ میں پہلی سیڑھی سے آگے نہیں جاؤں گی۔ پر میں تو شاید ایک ہی جست میں ساری سیڑھیاں طے کر گئی تھی۔ تب ہی تو اس وجود میں درد کی ٹیسیں اٹھ رہی ہیں کہ بلندی سے گریں تو چوٹ بھی زیادہ لگتی ہے۔

کیسا سوہان روح تھا یہ انکشاف کہ وہ شاہ زر علیم سے محبت کر بیٹھی تھی۔

کب' کیسے' کہاں؟ کچھ پتا نہیں۔ بس یوں ہی اچانک شاید پہلی ملاقات میں۔ بڑا عجیب ہوا تھا اس کے ساتھ۔ وہ تو محسوس بھی نہ کر پائی تھی۔ محبت کے ذائقے کو چکھا بھی نہ تھا کہ نفرت کی اتھاہ گہرائیوں میں جا گری تھی۔

ایک پل "محبت"

اور دوسرا......

(ہاں ٹھیک ہے نا۔ قاتلوں سے محبت کی بھی نہیں جاتی۔)

محبت کسی زلزلے کی محتاج نہیں ہوتی۔ معدوم ہونے کے لیے۔

بغیر کسی حتمی اعلان کے بغیر کسی پیش گوئی کے ختم ہو جاتی ہے۔

پھولوں کے مرجھانے کی سی آواز کے ساتھ۔۔۔۔

یوں جیسے تھی ہی نہیں۔

جسم کس سہولت سے، کس درجے سکون کے ساتھ ہتھیار ڈال دیتا ہے، وقت کے سامنے۔

اور اس تقریب میں کوئی ماتمی دھن بھی نہیں بجائی جاتی۔

ہر شخص، ہر جگہ، ہر شے۔

ہمیں کھاتی چلی جاتی ہے۔

اور آخر کار ہم رہ جاتے ہیں۔

اداسی کے ایک نامکمل دائرے کے درمیان۔

جس خاموشی سے شاہ زر کی محبت نے اس کے دل میں جنم لیا تھا۔ اسی خاموشی سے مر گئی۔ جیسے اوس کا قطرہ چپکے سے پنکھڑی کو چھو جائے۔ یہ محبت تھی۔

جیسے سورج کی پہلی کرن اس قطرہ کو صفحہ ہستی سے مٹا دے۔ ایسے ہی وہ محبت بھی مر گئی۔ کیا محبت کا رشتہ اتنا ہی ناپائیدار ہے۔؟

اس سے قبل کہ یہ سوال اٹھتا۔ نوریا آ گئی تھی۔

"اتنی سردی میں کیوں بیٹھی ہو۔ اندر چلو۔" اور وہ خاموشی سے اس کے ساتھ اندر چلی گئی تھی۔

------*

صبح بہت روکھی پھیکی اور بے کیف تھی۔ اور کتنی دیر دیر بستر میں کروٹیں بدلنے کے بعد وہ نیچے آئی تو پہلا سامنا ہی اس سے ہو گیا۔

"گڈ مارننگ۔" وہ بھرپور انداز میں مسکرایا۔

"مجھ سے بات کرنے کی ضرورت نہیں۔" وہ جیسے پھنکاری تھی۔ اس کے مسکراتے لب بھنچ گئے۔

"ہیلو۔" دوسرے مرحلے پر آزر اس کے سامنے تھا۔ وہ شاہ زر سے بڑا تھا۔ "رات تو تم سے کوئی بات ہو ہی نہیں سکی۔"

عفرا کی تیوری چڑھ گئی اور کوئی بھی جواب دیے بغیر کچن میں چلی گئی۔

"اسے کیا ہوا۔؟" وہ تعجب سے شاہ زر سے پوچھنے لگا۔

"خفا ہے تھوڑی۔" شاہ زر نے مسکرا کر کہا۔

"بیٹھو، میں ناشتہ بناتی ہوں۔" نوریا نے خوش دلی سے کہا۔ وہ خاموشی سے بیٹھ گئی۔ نوریا دیکھ رہی تھی۔ وہ کس قدر ڈپریسڈ ہے۔ اس نے ناشتہ سامنے رکھا تو وہ خاموشی سے لقمے لینے لگی۔

"جناب! پہلے مہمانوں کو پوچھا کرتے ہیں۔" شاہ زر اندر آیا۔

"میں آپ کے لیے بنا رہی ہوں۔" نوریا نے چور نظروں سے عفرا کی طرف دیکھا۔ جس کے ماتھے پر سلوٹیں پڑ گئی تھیں اور جب شاہ زر اس کے سامنے بیٹھا تو وہ ناشتہ یوں ہی ادھورا چھوڑ کر اٹھ گئی تھی۔

"بہت خفا لگتی ہے عفرا۔" اس نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔

"بس وہ ایسی ہی ہے۔" نوریا نے بات ٹالی۔

"کیسی۔؟" شاہ زر نے دلچسپی ظاہر کی۔

"بہت شدت پسند ہے۔ اتنی جلدی کسی چیز کو قبول نہیں کرتی۔ اسی لیے ایسا رویہ ہے اس کا۔ ٹھیک ہو جائے گی۔" اس نے مختصراً کہہ کر تسلی دی گویا۔

"بہت اجنبیت ہے اس کے انداز میں۔ ایک محسوس کی جانے والی نفرت۔ حالانکہ ہم کئی بار ملے ہیں۔ میرا مطلب ہے آفس میں اکثر ملاقات ہوتی ہی تھی۔" عفرا کے دیکھنے پر اس نے وضاحت کی۔

"بس آپ اس کو رہنے دیں۔ باقی لوگ تو ہیں نا۔" اب وہ کب تک عفرا کو سپورٹ کرتی جبکہ اس کا انداز پکار پکار کر کہہ رہا تھا۔ "میں تم لوگوں کی صورت نہیں دیکھنا چاہتی۔"

"اتنی شدید نفرت، وجہ کچھ سمجھ میں نہیں آتی۔" وہ ہنوز وہیں اٹکا تھا۔ "آخر تم لوگ بھی تو ہو۔ جو کچھ ہوا، عفرا اکیلی کے ساتھ تو نہیں ہوا نا۔"

"میں نے کہا ناں وہ ہر واقعے کو پوری شدت کے ساتھ محسوس کرتی ہے۔ بچپن کے وہ نقش، امی کا اس گھر سے نکالا جانا، ابو کی بے اعتنائی اور کبھی پلٹ کر نہ دیکھنا یہ سب اس ذہن میں ویسے ہی تازہ ہے۔ آپ چھوڑیں اور ناشتہ کریں۔"

------*

"کیا بات ہے اگر میں ایک مصور پر ناول لکھوں۔ ایسا مصور جس نے ایک عظیم تصویر تخلیق کی' پر وہ تخلیق اس کے نام نہیں بکی۔ ایک اداس آنکھوں والا زندگی سے بے زار مصور اور اس ناول میں سرے سے ہیروئن ہوگی ہی نہیں۔ نانی اماں بھی خوش ہو جائیں گی۔ کیسا۔"

اقصیٰ نے اپنا آئیڈیا سنا کر داد طلب نگاہوں سے ان کی طرف دیکھا۔ عفرا یوں ہی ڈائری پر لکیریں کھینچتی رہی اور نوریٰ لحاف میں گھسی تھر تھر کانپ رہی تھی کہ آج سردی معمول سے زیادہ تھی۔

"تم لوگوں نے میرا آئیڈیا نہیں سنا۔" وہ روہانسی ہو کر بولی۔

"سن لیا ہے بی بی! لیکن تم تو تحریک پاکستان کے بابے پر ناول لکھنے والی تھیں۔" نوریٰ کی تھرتھراتی آواز آئی۔

"یار! اس کے لیے تو ریسرچ بہت کرنا پڑتی اور میری کوئی عمر ہے ریسرچ کی۔" اس نے منہ بنایا۔ "مصور کی تو کیا بات ہے۔ خوبصورت آنکھوں والا۔۔۔"

"لیکن ابھی تو اس کی آنکھیں اداس تھیں۔" نوریٰ کی احتجاجی صدا ابھری۔

"اداس آنکھیں ہی تو خوبصورت ہوتی ہیں بے وقوف۔ آزر بھائی جیسی۔"

"آزر بھائی کی آنکھیں اداس اور خوبصورت ہیں۔؟" نوریٰ کو حیرت ہوئی۔

"تو تم نے دیکھی ہی نہیں۔ اتنی زبردست ہیں۔ کاش میں ایک مصور ہوتی تو ان آنکھوں کو۔۔۔"

"کیا بات ہے تمہیں آج کل مصور بہت یاد آ رہے ہیں۔" نوریٰ نے تشویش ناک لہجے میں کہا۔

"کوئی نہیں۔۔۔ کوئی بھی تو نہیں۔" اقصیٰ سٹپٹا کر رہ گئی۔

"یہ لوگ کب جائیں گے یہاں سے۔" عفرا کی اکتائی ہوئی آواز آئی۔

"آپ کو کیا کہتے ہیں۔ اتنے اچھے ہیں۔ شاہ زر نے تو وعدہ کیا ہے وہ مجھے کسی مصور سے ملوا دیں گے۔"

اقصیٰ بولی تھی۔

"ہر وقت ان کی چمچی مت بنی رہا کرو۔ یہ وہی لوگ ہیں جو ہمارے منہ سے نوالے چھین کر کھا جایا کرتے تھے۔" وہ حد درجے تنفر سے بولی تھی۔

"ہر وقت ماضی کو یاد کر کے کڑھتے رہنے سے حال کی بربادی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا عفرا۔" نوریٰ نے دھیمے لہجے میں سمجھایا۔

"ماضی بھولتا ہی کب ہے۔ جم کر رہ گیا ہے ان آنکھوں میں۔" وہ جیسے بے بسی کے عالم میں بولی۔

"چچی جان نے ایک ایک سے معافی مانگی ہے۔ اب اتنے کم ظرف تو نہیں ہم۔"

"لیکن میں کم ظرف ہوں۔ مجھ سے برداشت نہیں ہوتی ان کی یہاں موجودگی۔" وہ بھڑک کر بولی۔

"ہیلو ڈیر کزنز' مے آئی کم ان۔" شاہ زر کی آواز دروازے پر سے آئی تھی۔

"آجائیں شاہ زر بھائی۔" نوریٰ نے جیسے نگاہوں ہی نگاہوں میں عفرا سے خاموش رہنے کی التجا کی۔ اس نے بڑی سختی سے لب بھینچے تھے۔

"بھئی' میں نے سوچا۔ کزنز کے ساتھ تھوڑی گپ شپ ہو جائے۔" وہ اندر آ کر عفرا کے ساتھ والی کرسی پر یوں بے تکلفی سے براجمان ہوا کہ سامنے میز تھی' بائیں طرف دیوار اور دائیں طرف وہ۔ عفرا کے وجود سے شرارے سے پھوٹنے لگے۔ شدید غیظ و غضب سے اس کی سانسیں الجھنے لگیں۔

"کیا لکھا جا رہا تھا۔؟" شاہ زر نے سامنے کھلی ڈائری کو پڑھنا چاہا۔ اس نے چیل کی طرح ڈائری اس کے ہاتھ سے جھپٹ لی۔ شاہ زر نے پوری حسیات کے ساتھ اس کے اندر لپکتی آگ کی تپش کو محسوس کیا۔ وہ دونوں ہاتھ میز پر رکھ کر جھٹکے سے کھڑی ہوئی۔

"رستہ چھوڑیں۔" اس کے لہجے میں شعلے لپک رہے تھے۔ اقصیٰ اور نوریٰ کی جیسے سانسیں رک گئی تھیں۔ شاہ زر نے ٹانگیں سامنے پھیلا کر کرسی کی پشت سے یوں سر ٹکایا کہ اس کا غصے میں تپا سرخ چہرہ نگاہوں کے عین سامنے تھا۔

"راستہ چھوڑیں۔" پیچھے بھی دیوار تھی ورنہ وہ

اب تک کرسی کھسکا کر نکل جاتی۔

"کیوں کتراتی ہو مجھ سے۔؟" شاہ زر نے اس کی شعلہ سی آنکھوں میں جھانک کر بولا۔

"میرا رستہ چھوڑ دیں شاہ زر! ورنہ بہت برا ہو گا۔" شدید غصے سے اس کا وجود کانپ رہا تھا۔

"ورنہ کیا۔۔۔ میں بھی تو دیکھوں' تمہاری نفرت کی انتہا کیا ہے۔" وہ آنکھوں میں جھانک کر مسکرایا اور اس کی نفرت کی انتہا تو یہ تھی کہ وہ اس کے لیے خود کو بھی ختم کر لیتی۔

"شاہ زر بھائی! ادھر آئیں۔ میں آپ کو اپنے افسانے دکھاؤں۔" اقصیٰ ایکدم ڈر سی گئی تھی۔ تب ہی لپک کر اس کا بازو کھینچ کر بولی۔

شاہ زر نے اس کی آنکھوں کے کنارے بھیگتے دیکھے تو فوراً اٹھ کر اقصیٰ کے ساتھ الماری کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے جیسے ٹھوکر سے کرسی اڑائی تھی۔ شاہ زر نے پلٹ کر نہیں دیکھا۔ وہ بھاگتی ہوئی نکلی تھی مگر کہاں جاتی۔ کون تھا جو اس کے احساسات کو سمجھتا۔ حتیٰ کہ وہ بھی جو اس کے اندر دل بن کر دھڑکتے تھے' کیسے بیگانے سے ہو گئے۔ وہ وہیں سیڑھیوں پر بیٹھ کر رات کی تنہائی میں بلک بلک کر رو دی۔ ہچکیوں سسکیوں کی آواز بلند ہونے لگی تو اس نے گھٹنوں میں چہرہ چھپا لیا اور گھٹ گھٹ کر رونے لگی۔ تب ہی اک ہاتھ مہربان بادل کی طرح اس کے سر پر آن ٹھہرا۔

"عفرا! آؤ میرے کمرے میں۔" لالہ جی اسے ساتھ لے اپنے کمرے میں چلے گئے۔ وہ جیسے اک مضبوط پناہ گاہ میں آ گئی اور ان کے گھٹنوں پر سر رکھ کر پھر سے رو دی۔

"کیا ہوا عفرا بیٹی۔" وہ جیسے پھٹ ہی تو پڑی۔

"لالہ جی! مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔ میں انہیں یہاں نہیں دیکھ سکتی۔ خدا کے لیے لالہ جی! ان سے کہیں یہاں سے چلے جائیں۔ میں مر جاؤں گی لالہ جی۔"

"وہ پشیمان ہیں بیٹا۔ غلطی کا احساس ہو جائے تو خدا بھی معاف کر دیتا ہے۔" لالہ جی نے رسانیت سے سمجھایا۔

"میں خدا نہیں ہوں لالہ جی! میں بہت کم ظرف ہوں اور ان کے پشیمان ہونے سے کیا ہو گا لالہ جی! کیا اب وہ سارے دن لوٹ آئیں گے۔ ہماری خوشیاں' ہمارا بچپن' امی کی آنکھوں کی چمک' ابو کا مکمل وجود۔"

"باپ کی پروا ہے نا۔" لالہ جی اس کا چہرہ صاف کرتے ہوئے پوچھنے لگے۔ وہ جیسے خود بخود دھیمی پڑ گئی۔

"ہے لالہ جی! بہت ہے۔ میں ان سے نفرت نہیں کرتی ہوں۔ میرا بھی دل چاہتا ہے میں ان سے باتیں کروں' ان کے سینے پر سر رکھ کر ڈھیر سارا روؤں۔ ان سے پوچھوں' ان سے لڑوں کہ انہوں نے ہمارے ساتھ ایسا کیوں کیا۔ پر خیال آتا ہے وہ ہماری طرف' ہماری محبت میں نہیں لوٹے لالہ جی۔۔۔!" ہاتھ کی پشت سے آنسو صاف کرتے ہوئے وہ پوچھنے لگی۔

"لالہ جی! اگر ابو کے ساتھ یہ حادثہ نہ ہوتا تو کیا وہ تب بھی ہماری طرف لوٹ آتے۔"

"ہاں بیٹی! تب بھی لوٹ آتا۔ اولاد تو زنجیر کی طرح دل کو باندھ لیتی ہے۔ اسے تو یہاں آنا ہی تھا۔ بس اس بدنصیب نے دیر کر دی۔"

"پر لالہ جی! یہ لوگ۔۔۔ یہ لوگ کیوں آئے ہیں یہاں۔ مجھے بہت ڈر لگتا ہے کہیں یہ ابو کو پھر نہ چھین لیں۔" وہ خوفزدہ لہجے میں بولی۔

"جنہیں زندگی خود ہاتھ دکھا گئی ہو۔ وہ کیا کسی سے کچھ چھینیں گے۔ تم دل بڑا کر لو بیٹی' معاف کر دو۔ یہ رشتے تو سایہ ہوتے ہیں۔"

"یہ وہ سایہ ہے لالہ جی جو دھوپ کے آتے ہی ساتھ چھوڑ جاتا ہے۔" وہ زہرخند لہجے میں بولی۔

"آپ نے ان کا اصل روپ دیکھا ہی نہیں۔ میں نے دیکھا تھا۔ سانپ کی طرح ڈستے ہیں یہ رشتے۔"

وہ نجانے کہاں کھو گئی تھی۔ لالہ جی نے اسے کوئی نصیحت نہیں کی۔ وہ یوں ہی ان کے گھٹنے پر سر رکھے اپنے اندر کا غبار نکالتی رہی اور نجانے کیوں لالہ جی کو احساس ہوا' وہ سب کچھ کہہ کر کچھ نہ کچھ چھپا جاتی ہے۔

***

"ثمین! وہ اپنے فاران صاحب پھر نہیں آئے۔"

وہ ثمین کی ٹیبل پر ذرا سی ٹکی کسی فائل کی ورق گردانی میں مصروف تھی۔

"او ہو اچھا۔" ثمین انگلیوں میں پنسل گھماتے ہوئے شرارت سے بولی۔

"فضول نہیں بولو۔" وہ اپنی میز تک آتے ہوئے بولی۔ "ویسے تھے خاصے انٹرسٹنگ۔"

"بھئی کیسے آتے۔ وہ کہتے ہیں نا، بہت بے آبرو ہو کر تیرے کوچے سے ہم نکلے۔"

"محترمہ! یہ کوچہ بھی ان ہی کا ہے۔" وہ ہنستے ہوئے بولی اور شاہ زر نے بڑے عرصے بعد اسے مسکراتے دیکھا تھا۔ تب ہی واپس پلٹا۔

"عفرا۔" عفرا کے مسکراتے لب بھنچ گئے اور پوری توجہ فائل پر مبذول ہو گئی۔

"عفرا! تھوڑی دیر چلو گی میرے ساتھ۔" وہ دوستانہ انداز میں پوچھ رہا تھا۔

"نہیں۔" وہ قطعی لہجے میں بولی۔

"اعتبار کرو کہیں دور نہیں لے جاؤں گا۔ ذرا بات کرنی ہے تم سے۔" وہ اب بھی پرامید تھا۔

"مسٹر شاہ زر نہیں کا مطلب ہوتا ہے۔ نہیں۔" عفرا کا لہجہ توہین آمیز تھا۔ "اب آپ چلتے پھرتے نظر آئیں۔ آفس میں تماشا بنانے کی ضرورت نہیں۔"

شاہ زر کی فراخ پیشانی پر بل پڑ گئے اور دوسرے لمحے وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا چلا گیا۔

"واٹس پرابلم عفرا۔" ثمین نے تحیر سے پوچھا۔

"نتھنگ۔" وہ بدقت مسکرائی۔ اس کے بعد شاہ زر نے اسے کبھی آفس میں مخاطب نہیں کیا۔ حالانکہ آفس میں اس کا آنا جانا لگا ہی رہتا تھا کہ وہ شجاعت صاحب کے ساتھ پارٹنر شپ کی بنیاد پر بزنس کر رہا تھا۔ وہ لوگ اگلے دن ہی چلے گئے تھے مگر شاہ زر تو اکثر ہی شام میں چکر لگا لیا کرتا تھا۔ جبکہ آفس میں وہ یوں انجان بن کر گزر جاتا جیسے جانتا ہی نہ ہو اور وہ بظاہر فائل پر نظریں جمائے بیٹھی رہتی۔ پر وہ کب آتا کب جاتا تھا۔ کان اسی کی آہٹوں پر لگے رہتے تھے۔

*_*_*

چلو پھر نفرتوں کی آگ کو
اخلاص کے چشموں سے دھو ڈالیں۔
جنہوں نے دل بہ دل لمحہ بہ لمحہ
بدگمانی کاشت کی ہے۔
ان وفا نا آشنا سوچوں کو
ذہنوں سے کھرچ کر
دیدہ و نادیدہ زخموں کو دفن کر کے
لگائیں آؤ سب مل جل کر کچھ زیتون کی شاخیں
کہ جن کے شبنمی سائے میں خوابوں کا بسیرا ہو۔
جہاں حد تخیل تک سویرا ہی سویرا ہو۔

"بہت خوب..... بہت خوب شاہ زر بھائی۔" نورا اور اقصیٰ زور و شور سے داد دینے میں مصروف تھیں۔ شاہ زر کی نظریں بھٹک کر اس پر ٹھہر گئیں۔ جو جھکی دھلے کپڑے نچوڑ نچوڑ کر پھیلا رہی تھی۔ یوں جھکنے پر اس کی لمبی چوٹی پانی میں گیلی ہو رہی تھی۔

"اس سے کہو بس کرے۔ سردی لگ جائے گی۔" شاہ زر کی سرگوشی اتنی بلند ضرور تھی کہ عفرا کے کانوں تک پہنچ جاتی۔ وہ پہلے ہی اس کی نظم پر تپی ہوئی تھی۔ اس جملے پر کپڑا یوں نچوڑا جیسے ہاتھ میں کپڑا نہیں اس کی گردن ہو۔ اقصیٰ نے جوں کا توں جملہ عفرا تک منتقل کیا تھا۔ جواباً اس نے بالٹی پٹخی اور خود اوپر چلی گئی۔

"دیکھا کیسا مانتی ہیں ہمیں۔" شاہ زر کالر کھڑے کر کے بولا۔

"وہ خفا ہو کر گئی ہے۔" اقصیٰ نے اطلاع دی۔

"وہ کب خفا نہیں ہوتیں بہنا۔" وہ ایک ٹھنڈی سانس بھر کے بولا۔ "آفس میں مجھے یوں گھورتی ہیں جیسے کچا کھا جائیں گی۔ خدا کی قسم ان کے ڈر سے کئی کئی دن آفس نہیں جاتا۔"

"رہنے دیں اتنے مسکین نہیں ہیں آپ۔" نورا نے کہا۔

"ویسے سچی بات بتاؤں، یہ اتنا کام غصے میں کر رہی ہیں ورنہ اتنی سردی اور اتنے کپڑے۔" شاہ زر نے کپڑوں سے بھری دیواریں دیکھیں۔ "خدا کی قسم بھیگ وہ رہی تھی۔ کپکپی مجھے چھوٹ رہی تھی۔" وہ

روانی میں جملہ بول گیا۔

"یہ تو کوئی اور ہی علامتیں ہیں۔" اقصیٰ نوریرا کے کان میں گھسی۔ جواباً اس نے گھور کر چپ کروایا تھا۔

"یہ کیا کانا پھوسی ہو رہی ہے محفل میں۔" شاہ زر نے اقصیٰ کے سر پر چپت لگائی۔

"کچھ نہیں۔ میں یہ کہہ رہی تھی اس کو سردی نہیں لگتی۔ محترمہ سردی پروف ہیں۔ دسمبر میں پیدا ہوئی تھی نا۔"

"کب۔؟" شاہ زر نے پوچھا۔

"سولہ دسمبر' وہ اس کی تو برتھ ڈے آ رہی ہے۔"

"کس کی آ رہی ہے برتھ ڈے۔" نانی اماں نے آتے ہوئے پوچھا۔

"اے بچے! ذرا چارپائی تو دھوپ میں کھینچ دو۔" شاہ زر نے چارپائی دھوپ میں کھینچی اور خود بھی ساتھ بیٹھ گیا۔

"نانی اماں! عفرا کی برتھ ڈے آ رہی ہے۔ ہم یہ برتھ ڈے گھر میں نہیں منائیں گے۔" اقصیٰ فوراً اس کا گھٹنا پکڑ کر بیٹھی۔

"محترمہ! یہ میرا گھٹنا ہے۔" شاہ زر نے دہائی دی۔

"اوہو! آپ ذرا پیچھے ہو کر بیٹھیں نا۔" اس نے ڈھونڈ کر نانی کا گھٹنا پکڑا۔

"تو نانی اماں! ہم گھر پر نہیں منائیں گے۔"

"اے ہے تو کیا پل پر مناؤ گی۔" نانی اماں نے گھٹنا چھڑانے کی کوشش کی۔

"پلیں ہم کوئی بھیک مانگنے کی بات کر رہے ہیں جو پل پر جا بیٹھیں۔ نانی اماں پلیز۔"

"اے ہے گھٹنا چھوڑ کے بات کرو بی بی۔"

"نانی اماں! ہم یہ سالگرہ باغ میں منائیں گے۔" اقصیٰ کے زرخیز دماغ نے آئیڈیا تراشا۔

"کاہے کو۔"

"نانی اماں! ہم نے اپنا باغ بھی نہیں دیکھا۔"

"جھوٹ مت بولو۔" نانی اماں نے گھورا۔

"نانی اماں پلیز۔"

"مان جائیں اماں بچیوں کی خوشی ہے۔" ابوہیل

چیئر کو خود ہی حرکت دیتے وہاں تک آئے تھے۔

"ٹھیک ہے لیکن ایک شرط ہو گی۔" نانی اماں مسکرائیں۔

"ہمیں آپ کی ساری شرطیں منظور ہیں۔" اقصیٰ بول اٹھی۔

"بے وقوف! سن تو لو۔" شاہ زر نے گھورا۔

"ایک من گندم صاف کرنا ہو گی۔" نانی اماں نے شرط بتائی۔

"میں دس من گندم صاف کر دوں گی۔" نوریرا تیزی سے بولی پھر آہستہ سے کہنے لگی۔

"دس دن میں۔"

......*

"اب کیک کھائیں۔" ابھی نرم نرم گھاس پر دری بچھا کر کیک رکھا ہی گیا تھا کہ اقصیٰ بول اٹھی۔ جواباً سب ہی نے اسے حسب توفیق گھورا تھا۔

"خدا کی قسم میں نے کبھی پائن ایپل کیک نہیں کھایا۔" وہ معصوم سی شکل بنا کر بولی۔

"ایسے مت بولو اقصیٰ۔" نوریرا نے اس کے گھٹنے پر ہاتھ رکھا۔

"کیوں۔؟"

"میرا اپنا دل للچا جاتا ہے۔" وہ بے بسی سے بولی۔

"اگر ایسی ہی بات تھی تو گھر میں ہی کھا مرتیں۔" عفرا نے دانت پیس کر کہا۔ نوریرا نے کباب بنائے تھے اور اقصیٰ نے فروٹ چاٹ۔ لالہ جی نے کیک منگوا دیا تھا۔ بڑا سا تھرماس چائے سے بھرا تھا۔

"چلو بچوں۔ پہلے اپنا باغ دیکھ لو۔" لالہ جی نے کہا اور خود لاٹھی ٹیکتے ایک طرف چل دیے تاکہ وہ آرام سے انجوائے کر سکیں۔ آج موسم سرد تھا۔ بادل چھائے تھے اور معمول سے زیادہ سردی تھی۔ سو نوریرا نے وہیں نانی اماں کی چادر میں گھستے ہوئے اعلان کیا۔

"وہ باغ دیکھ چکی ہے۔" عفرا نے باسکٹ سنبھالی اور مالٹے توڑنے لگی۔ جبکہ اقصیٰ اپنے بچپن کا شوق پورا کر رہی تھی، یعنی درختوں پر جھولنے کا اور جیسے وہ جھولتی تھی۔ نانی اماں کا دل اچھل کر حلق میں آ جاتا تھا اور ان کی بے تحاشا ڈانٹ ڈپٹ سے اکتا کر اقصیٰ نے

اعلان کیا کہ وہ اس درخت سے کود کر خودکشی کر رہی ہے۔

"تمہیں فوراً" سے بھی پیشتر کود جانا چاہیے۔" عفرا نے مشورہ دیا۔

"فوراً" سے پیشتر کیوں۔" اس نے خودکشی سے قبل معلومات چاہیں۔

"کیونکہ اس درخت سے کود کر بمشکل ٹانگ تڑوائی جا سکتی ہے۔"

یہ سنتے ہی اقصیٰ نے کودنے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ وہ دونوں یوں ہی باتیں کرتی، مالٹے توڑتی کافی دور نکل آئی تھیں۔

"یار عفرا! یہ کتنے کیک کھاتے ہیں۔" ایک درخت سے لٹکتی اقصیٰ نے تشویش سے پوچھا۔

"کیوں کیا انہیں بھی انوائٹ کیا ہے۔؟"

"عفرا! میں نے ادھر کتوں کو جاتے دیکھا ہے۔" وہ درخت سے چھلانگ لگا کر اتری اور ادھر بھاگی۔

"بے وقوف وہاں اتنے سارے لوگ موجود تو ہیں۔" عفرا نے پکار کر کہا۔ پر وہ بھاگتی چلی گئی تھی۔

عفرا سر جھٹک کر اونچی شاخ پر لگے مالٹے کو توڑنے کی کوشش کرنے لگی تب ہی اس کے پیچھے سے ہاتھ اٹھا اور اس نے مالٹا توڑ کر باسکٹ میں پھینک دیا۔ وہ تیزی سے پلٹی۔ ماضی کا کوئی لمحہ پھر سے جگمگایا تھا۔ عفرا نے جانا وہ لمحہ بھی ایسا ہی تھا جب پہلی بار اس کے دل میں ننھی سی کونپل پھوٹی تھی۔ شاہ زر کی محبت کی کونپل اور ایسی کوئی کونپل پھر سے سر اٹھانے لگی تھی۔

"اگر تم مجھ سے بات کرنے پر تیار ہو جاؤ تو سارے مسئلے حل ہو جائیں گے۔" وہ اس کے چہرے کے بدلتے رنگ دیکھ کر بولا اور وہ اس سے زیادہ اپنے دل کی بدلتی حالت سے خوف زدہ ہوئی تھی۔

"تو پھر کیا کہتی ہو تم۔" وہ کتنی آسانی سے آپ سے تم تک کا فاصلہ طے کر گیا تھا۔ عفرا نے جھنجلا کر باسکٹ میں سے اس کا توڑا مالٹا نکالا اور درخت کی کھوہ میں پھینک دیا اور خود کترا کر نکل آئی تھی۔

"یہ مالٹا وہ نہیں جو میں نے توڑا تھا۔" شاہ زر جھک کر مالٹا اٹھاتے ہوئے گویا ہوا۔

عفرا کے بھاگتے قدم ٹھہر گئے۔ وہ تیورا کر پلٹی اور دوسرے لمحے ساری باسکٹ اس کے سامنے الٹ کر بھاگ گئی تھی۔

"ارے مالٹے کہاں گئے۔؟" اقصیٰ نے حیرت سے پوچھا۔

"بھاڑ میں۔" وہ پھاڑ کھانے والے لہجے میں بولی۔ اقصیٰ نے کچھ کہنا چاہا پر نورا نے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا۔ عفرا اس بات پر حیران تھی کہ شاہ زر یہاں نہیں تھا۔

"چلو بھئی عفرا کیک کاٹو۔" لالہ جی نے آ کر حکم دیا۔ اقصیٰ نے جلدی سے چھری اسے تھمائی اور خود ابو کے پاس جا کر کھڑی ہو گئی۔

"ابو! بھلا آپ کی یہ بیٹی کتنے سالوں کی ہو گئی ہے۔" اقصیٰ نے ان کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر شرارت سے پوچھا۔

"تیئیس سال کی۔" ابو نے کہا۔ عفرا نے چونک کر ان کی طرف دیکھا پھر سر جھٹک کر کیک کاٹنے لگی۔ کیک کٹ گیا پر کہیں سے ہیپی برتھ ڈے کی آواز نہ آئی۔

"ہیپی برتھ ڈے تو کہہ دو۔" اس نے سر اٹھا کر سب کو دیکھا۔

"اب تم بچی تو رہیں نہیں۔" اقصیٰ منہ بنا کر بولی۔ اس نے خفا ہو کر چھری رکھ دی۔ تب نورا نے اسے ساتھ لگا لیا۔

"ہیپی برتھ ڈے عفرا۔" نورا نے اسے حسب عادت ڈائری اور شاعری کی کتاب دی تھی۔ اقصیٰ نے خوبصورت البم، جس میں اس نے عفرا کی ساری تصویریں بچپن سے اب تک ایک ترتیب سے لگائی تھیں۔ امی نے سوٹ پیس اور نانی اماں، لالہ جی نے ڈھیروں دعاؤں کے ساتھ سو، سو روپیہ دیا تھا۔ اس نے کیک کاٹ کر پہلے لالہ جی پھر نانی اماں اور پھر امی کو اپنے ہاتھوں سے کھلایا۔ عبدالرحمن کو لگا وہ اس ماحول سے کٹ کر رہ گئے ہیں۔ وہ سب ایک تھے بس ایک عبدالرحمن تنہا تھے۔

"اس میں دوش کس کا ہے۔ اپنی بوئی فصل کاٹ

رہے ہو عبدالرحمٰن۔"

"ابو! آپ نے تو گفٹ ہی نہیں دیا۔" اقصیٰ ان کے کندھے پر جھکی۔ عفرا نے سر اٹھا کر دیکھا۔

"پتا نہیں، عفرا مجھ سے گفٹ لے گی یا نہیں۔ بہت خفا ہے نا مجھ سے۔" وہ نم آنکھوں سے بڑے ضبط سے مسکرائے، کئی آنسو ٹوٹ کر بکھرے تھے۔

"اس لمحے نفرت کی دیوار گرا دو گی تو یہ شخص سکھ سے جی سکے گا جو تمہارا باپ بھی ہے۔"

نورا نے جیسے آخری بار التجا کی تھی اور نفرت رہی کہاں تھی۔ بس اتنا تھی جو ابو کے ڈولتے آنسوؤں کے ساتھ بہہ نکلی تھی۔ وہ آہستہ سے اٹھی۔ ان کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اپنا ہاتھ ان کے سامنے پھیلا کر بولی۔

"ابو! میرا گفٹ۔"

عبدالرحمٰن کو یوں لگا جیسے وقت پلٹ گیا ہے۔ وہ ننھی بچی ان کے سامنے ہاتھ پھیلائے بیٹھی تھی اور کیا مانگ رہی تھی۔ ان کی محبت، شفقت، اپنا حق۔ ہاتھ اس کا نہیں، ہاتھ تو آج عبدالرحمٰن کے پھیلے تھے۔ ان کے کانپتے ہاتھوں نے اسے اپنی آغوش میں بھر لیا۔

"تم نے مجھے ابو کہا عفرا۔" وہ رو رہے تھے اور بار بار اس سے معافی مانگ رہے تھے۔ وہ تڑپ رہی تھی اور ننھی بچی کی طرح ان کے سینے پر سر رکھے ان ہی کی شکایتیں لگا رہی تھی۔

"میں بدقسمت تھا بیٹی۔ بیٹیاں تو پھولوں کی طرح ہوتی ہیں۔ جس گھر میں کھلیں، وہی مہک اٹھے۔ میں بدنصیب خدا کی رحمت سے منہ موڑے بیٹھا رہا۔"

"بس کریں ابو۔" اقصیٰ نے عفرا کو پیچھے کیا اور انہیں چپ کروانے لگی۔

"بیٹی اپنا گفٹ تو لے لو۔"

"گفٹ تو مجھے مل گیا ابو۔" وہ نم آنکھوں سے مسکرائی تو انہوں نے سونے کی نازک سی چین اس کے ہاتھ پر رکھ دی۔

"یہ ایک گفٹ اور بھی ہے۔" جب سب بڑے اپنی باتوں میں کھو گئے تب نورا نے ادھ کھلے سرخ گلابوں کا گلدستہ اور ایک کارڈ اس کی طرف بڑھایا۔

"ارے یہ کس کی طرف سے ہے۔" وہ حیران ہوئی۔

"پڑھ لو پھر بتاتے ہیں۔" اقصیٰ نے کہا۔ عفرا نے کارڈ کھولا۔

دلوں کی نرم مٹی تو بڑی زرخیز ہوتی ہے
یہاں تو مسکراہٹ کی کمی ہے
خواہشوں کی کونپلیں پروان چڑھتی ہیں۔
کہ جن کے ننھے سائے بھی
درختوں سے بڑے معلوم ہوتے ہیں۔
چلو ان کونپلوں کے پھول بننے تک
محبت کے ترانے گنگناتے ہیں۔
چلو اک دوسرے کے ساتھ مل کر مسکراتے ہیں۔

نیچے کسی کا نام نہیں تھا۔

"کس نے بھیجا ہے؟" اس نے سپاٹ نگاہوں سے ان دونوں کی طرف دیکھا۔

"اگر تم مارو نہیں تو بتائیں گے۔" اقصیٰ نے ڈرتے ہوئے کہا۔ عفرا نے کارڈ کے دو ٹکڑے کر کے اس کے ہاتھ میں تھمائے۔

"بنجر زمین پر کونپلیں نہیں پھوٹا کرتیں، کہہ دینا اس سے۔"

اقصیٰ نے پھٹا ہوا کارڈ دیکھا۔ "بہت خوبصورت تھا۔"

"شکر ہے میں نے گلدستہ اس کے ہاتھ میں نہیں دیا۔" نورا نے کہا۔

"شاہ زر بھائی کو مت بتانا اس نے کارڈ کا کیا حشر کیا ہے۔" اقصیٰ کو شاہ زر سے ہمدردی ہو رہی تھی۔

"ان کو معلوم تھا۔ تب ہی تو رکے نہیں۔"

--*

تائی جان آزر کا رشتہ نورا کے لیے لائی تھیں۔ سب ہی انگشت بدنداں رہ گئے۔

"تم فوراً" سے پیشتر انکار کر دو۔" عفرا نے مشورہ دیا۔

"تم ہر کام فوراً" سے پیشتر مت کیا کرو۔ کبھی سوچ سمجھ بھی لیا کرتے ہیں۔" نورا نے لتاڑا۔

"اس میں سوچنے والی کیا بات ہے؟" عفرا کو تاؤ

یا۔

"فوراً" سے پیشتر انکار والی بھی کوئی بات نہیں۔"

صی کا ووٹ پکا تھا آزر کی طرف۔

"ہمیں ان لوگوں سے رشتہ نہیں جوڑنا ہے۔"

فرا نے امی سے بھی احتجاج کیا تھا۔

"یہ سوچنا تمہارا نہیں' ہمارا کام ہے۔" انہوں نے ے دودھ میں سے مکھی کی طرح نکال باہر کیا تھا۔

"مجھے تو لگتا ہے۔ آپ خود چاہتی ہیں۔"

"ہاں چاہتی ہوں۔" وہ سنجیدہ لہجے میں بولیں۔

"اتنا کچھ ہوجانے کے بعد بھی۔" اس نے تعجب سے انہیں دیکھا۔

"ہاں۔"

"تو ٹھیک ہے' کردیں اس کی شادی۔ میں کہیں بھی چلی جاؤں گی پر اس کی شادی میں شرکت نہیں کروں گی۔" عفرا ہٹ دھرمی سے بولی۔

"بے وقوفوں کی طرح جذباتی ہو کر فیصلے صادر مت کیا کرو۔ میری طرف دیکھو۔ شادی شدہ ہونے کے باوجود بیوہ عورت کی طرح زندگی گزاری ہے میں نے۔ تم چاروں جانوں کو پالنے کے لیے کیا کیا سہا ہے میں نے یہ میں جانتی ہوں۔ باپ سر پر نہ ہو تو کیا کیا مسئلے جنم لیتے ہیں تم کیا جانو۔" ان کی آواز بھرا گئی۔ "ایک ایک سے حساب مانگنے لگوں تو ایک عمر بھی کم ہے۔"

"اور اس کے باوجود بھی۔"

"ہاں کیونکہ ان بچوں کے دلوں میں کوئی کھوٹ نہیں۔" وہ پلو سے آنکھیں پونچھ کر مستحکم لہجے میں بولیں۔

"اور تائی جان۔"

"پشیمان ہے۔ رو رو کے معافی مانگتی ہے' بڑا بیٹا سسرال کے ساتھ مل کر کاروبار کررہا ہے۔ سب کچھ ہتھیا لیا۔ آزر اور شاہ زر تو امریکہ میں تھے۔ واپس آئے تو کاروبار ٹھپ تھا۔ بھائی سسرال جا بیٹھا تھا اور ماں کسمپرسی کی زندگی گزار رہی تھی۔ ان بچوں نے مل کر کاروبار کو سنبھالا دیا۔ آج پھر سے سب کچھ ہے ان کے پاس۔ کیا ضرورت ہے کہ بھاگ بھاگ کر ہماری طرف آئیں پھر سے رشتہ جوڑنا چاہتے ہیں۔ تمہارے ابو تو چاہتے ہیں کہ تمہاری بھی۔۔۔"

"میرے بارے میں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔" وہ تو ان کا مفہوم سمجھ کر ہتھے سے اکھڑ گئی تھی۔

"کیا کروں اس لڑکی کا۔" امی سر پکڑ کر بیٹھ گئی تھیں۔

۔۔۔۔*

گھر میں عجیب ٹینشن سی چل رہی تھی۔ عفرا کو جیسے پورا یقین تھا کہ آزر کا پرپوزل قبول کرلیا جائے گا۔ اگرچہ آزر میں کوئی خرابی نہ تھی۔ پر وہ اپنے دل کا کیا کرتی جو ان لوگوں کی طرف سے اس طرح گھٹا ہوا تھا کہ اسے اپنے بہنوئی کے روپ میں دیکھنا سوہان روح تھا۔ تائی کے چکر پہ چکر لگ رہے تھے۔ اس پر مستزاد کہ اس کے لیے شاہ زر کے بارے میں سوچا جارہا تھا۔

"یہ کسی صورت نہیں ہوسکتا۔" وہ سر تھام کر رہ جاتی۔ کہ ذہن آج کل ان ہی سوچوں کی آماج گاہ بنا رہتا تھا۔ سارے بزرگ سر جوڑ کر بیٹھ جاتے۔ اقصیٰ ان کی کن سوئیاں لینے میں لگی رہتی اور نورا کو جیسے کوئی فکر ہی نہ تھی۔ اگر تھی تو بس یہ کہ سردی میں روز بروز اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ وہ نو بجے بھی آفس کے لیے نکلتی تو سڑکیں' درخت' رستے برفاف دھند میں گھرے ہوتے اور عفرا کا دل چاہتا' وہ اس دھند میں کہیں گم ہوجائے۔

"سب لوگ کیسے اجنبی سے ہوگئے ہیں۔ پہلے جیسی کوئی بات ہی نہیں رہی۔" ٹیبل پر نظریں جمائے وہ سوچتی رہتی۔

"کیا ہوا ہے تمہیں۔؟" ثمین پوچھ پوچھ کر تھک جاتی۔ وہ بدقت مسکراتی۔

"کچھ بھی تو نہیں۔" ذہن میں کوئی اور زہریلی سوچ ڈنک مارتی۔

"یہ گھر تو ہمارا تھا۔ وہ اس پر بھی قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ گھر ہی کیا' یہاں تو لوگ بھی ان کے قبضے میں چلے گئے۔ سب نے جیسے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا تھا۔ نانی اماں کو پہلے ہی اس سے بہت شکایتیں تھیں۔ امی اب اس سے کچھ کہتی ہی نہیں۔ نورا جو ان کے

اس کے دل کا حال جان لیتی تھی' کیسی بیگانی سی بنی پھرتی تھی۔ اقصیٰ کی تو کیا بات تھی۔ اس نے جس طرح ابو کو قبول کیا تھا اسی طرح ان لوگوں میں بھی رچ بس گئی تھی جیسے ہمیشہ سے ان ہی میں رہتی آئی ہو اور پھر وہ تھا شاہ زر۔ کیسے اجنبی سا بن کر گزر جاتا اور اس کا دل مچل مچل کر کہتا۔ "کیا یہ ضروری تھا کہ یہ شاہ زر' شاہ زر علیم ہی ہوتا۔ پہلے دن اس کا نام سن کر وہ چونکی تھی پھر سر جھٹک گئی۔ "اس دنیا میں کئی شاہ زر ہوں گے۔"

نورا نے بتایا تھا کہ وہ بھی چونکا تھا' عفرا کی شکل ابو سے ملتی بھی تو تھی۔ شاہ زر کو شک ہوا تھا پھر ایگزیبیشن میں ان سب کو دیکھ کر اور نام سن کر تو اسے یقین ہو گیا تھا۔

"کچھ بھی ہو میں ان لوگوں کو معاف نہیں کروں گی۔" یہ اس کا حتمی فیصلہ تھا۔ ماضی کا کوئی جلتا سلگتا لمحہ تھا جو سانپ کی طرح دل میں کنڈلی مارے بیٹھا تھا اور لمحہ بہ لمحہ ڈستا تھا۔

*_*_*

آسمان کے کنارے روشنی جذب کر رہے تھے۔ زرد رو آفتاب دھیرے دھیرے پگھلتا ہوا درختوں کی اوٹ میں منہ چھپا رہا تھا۔ وہ کب سے کھلے بالوں میں دھیرے دھیرے انگلیاں چلاتی اس منظر پر نظریں جمائے کھڑی تھی۔ دیوار پر ننھی سی چڑیا چوں چوں کرنے لگی تھی۔ عفرا نے اسے چھونا چاہا۔ وہ پھر سے اڑ گئی۔

خوشی بھی جیسے کوئی ننھی سی چڑیا ہے۔ ایک پل کو من آنگن میں چہچہاتی ہے اور ہم اس کی چہچہاہٹ سے مانوس بھی نہیں ہوتے کہ پھر سے اڑ جاتی ہے۔ باقی کیا رہ جاتا ہے۔ خالی و ویران بام و در۔

"ڈوبتے سورج کا منظر مجھے بھی بہت فیسی نیٹ کرتا ہے۔" وہ اس کے ساتھ آ کھڑا ہوا۔ عفرا نے جیسے ناگواری سے اس کی موجودگی کو محسوس کیا۔

"مجھے ہر وہ چیز بری لگتی ہے شاہ زر علیم جو تمہیں پسند ہو۔"

"اچھا۔" وہ دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔ یوں کہ ڈوبتے سورج کا عکس اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا تھا۔ "مجھے تو تم بھی اچھی لگتی ہو عفرا۔ کیا خود کو بھی ناپسند کرو گی۔" وہ جیسے اس کا چہرہ پڑھ رہا تھا۔

"مجھے یہاں سے چلے جانا چاہیے۔" عفرا نے سوچا تھا۔

"یہ تمہاری بے معنی سی نفرت۔۔۔"

"بے معنی نہیں ہے۔" وہ جیسے بھڑک کر بولی۔ شاہ زر ذرا سا مسکرایا۔

"ٹھیک کہا تم نے' نفرت بلاجواز نہیں ہوتی اور میں نہیں سمجھتا کہ اس کے لیے وہ جواز کافی ہیں جو تمہارے گھر والے بیان کرتے ہیں۔ کچھ اور بھی ہے نا۔" وہ جیسے اس کے اندر اترتا جا رہا تھا۔

"پلیز عفرا! مجھے بتاؤ۔" وہ دھیرے سے اس کا کندھا چھو کر پوچھنے لگا۔ وہ جیسے پھر سے بھڑک اٹھی۔

"کیوں' تمہیں کیوں بتاؤں۔ تم کیا لگتے ہو میرے۔ کیا ناتا ہے تمہارا اور میرا کہ جو بات آج تک کسی سے نہ کہی۔ وہ تم سے کہہ دوں۔"

"کس کس ناتے کی وضاحت کروں عفرا۔ دل کے سارے بندھن ہی تم سے بندھے ہیں۔" اس کے انداز میں شوخی نہیں' حد درجہ سنجیدگی تھی۔ عفرا گھبرا کر پلٹی۔

(یہ کیا کہہ دیا اس نے۔)

"عفرا! کبھی ڈوبتے سورج کو سمندر میں گم ہوتے دیکھا ہے۔" شاہ زر اس کے سامنے آیا۔ عفرا نے ذرا کی ذرا پلکیں اٹھائیں۔ شاہ زر کو لگا' اس نے ایک بار پھر سورج کو سمندر میں ڈوبتے دیکھا ہو۔ ہاں وہ آنکھیں کچھ ایسی ہی نم تھیں۔

"ایسے ہی گم ہو جائے گی تمہاری نفرت اس دل میں۔ ایک بار کہہ کر تو دیکھو۔" اس کے لہجے میں کتنی اپنائیت تھی۔ جسے نظر انداز کر کے وہ نیچے اتری تھی۔

*_*_*

سارے لوگ ٹی وی لاؤنج کے براؤن کارپٹ پر براجمان تھے۔ مٹھائی کا ڈبہ درمیان میں کھلا تھا۔ ابو کی

گود میں حیا تھی۔ جسے وہ تھوڑی تھوڑی کر کے گلاب جامن کھلا رہے تھے۔ صحن میں دھوپ کے رخصت ہوتے ہی سردی اتر آتی تھی۔ عفرا نے شکر ادا کیا کہ شاہ زر موجود نہیں۔ ورنہ عموماً جب وہ آفس سے لوٹتی تھی تو وہ یہیں موجود ہوتا تھا۔

"بھاگ رہی ہو اس سے۔" اس کے اندر سے آواز آئی تھی۔

"مجھے کیا ضرورت ہے۔"

"تو کیا پھر انتظار تھا۔" دل شوخ ہوا۔

"بکواس مت کرو۔" وہ جھنجلا گئی۔ پاس کھڑی نوریا ٹپٹا گئی۔

"کیا دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا۔" وہ عفرا کے کان میں بڑبڑائی۔

"کیا مصیبت ہے تمہیں۔" آج کل یوں بھی غصہ اس کی ناک پر دھرا رہتا تھا۔

"یہ سلام کی جگہ بکواس مت کرو کیوں کہہ رہی ہو ابھی نو نانی اماں نے سن لیا تو۔۔۔۔"

عفرا خجل سی ہو کر شہزا کی طرف بڑھی۔ جس نے گلے ملنے کے ساتھ ہی گلاب جامن اس کے منہ میں ٹھونسی۔

"مبارک ہو، تمہاری بہن لیکچرار ہو گئی ہے۔"

اس نے گلاب جامن نگل کر مبارکباد دی۔

پھر جنید بھائی کی طرف پلٹی۔

"السلام علیکم جنید بھائی۔"

"جیتی رہو کیا حال چال ہے۔" وہ مسکرائے۔

"ٹھیک ہوں۔" عفرا آہستگی سے بولی۔

"ٹھیک کہاں ہے، ساتویں آسمان پر چڑھی رہتی ہے ہر پل۔" نانی اماں بڑبڑائی تھیں۔

"ارے بھئی یہ حقہ ٹھنڈا ہو گیا ہے۔" لالہ جی نے ٹھنڈے حقے کو گڑگڑاتے ہوئے کہا۔

"لالہ جی! حقہ بھی ٹھنڈا ہو گیا ہے۔" اقصیٰ کھلکھلائی۔ جواباً امی کی چپت لگی تھی سر پر۔

"شرم نہیں آتی یوں جواب دیتے ہوئے' اٹھ کر آگ جلاؤ۔" اقصیٰ منہ بنا کر اٹھ گئی۔ عفرا ذرا کی ذرا وہاں رکی۔ پر موضوع گفتگو آزر کا پروپوزل تھا جو شہزا سے ڈسکس کیا جاتا تھا۔ نوریا نے تو وہاں سے بھاگنا ہی تھا۔ خود عفرا بھی بےزار سی ہو کر اٹھ گئی۔

۔۔۔۔*

"عفرا! میرے ساتھ چلو۔" شاہ زر لمبے لمبے ڈگ بھرتا اس تک آیا تھا۔

"نہیں۔" وہ فائل پر نظریں جما کر بولی۔ شاہ زر تلملا اٹھا۔ اس نے جھٹکے سے فائل بند کر کے اس پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے۔" اب تلملانے کی باری عفرا کی تھی۔

"میں کہہ رہا ہوں۔ ہمیں ابھی گھر جانا ہے۔"

"تمہیں جانا ہو گا۔ مجھے نہیں۔" عفرا نے چڑ کر کہتے ہوئے اس کے ہاتھ کے نیچے سے فائل کھینچی۔

"موقع کی نزاکت کا احساس کرتے ہیں عفرا۔" وہ اسے یہاں پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"کیسا موقع۔؟" اس کے لہجے میں کچھ تھا جو وہ چونکی تھی۔

"چچا جان کو ہارٹ اٹیک ہوا ہے' وہ تمہیں بلا رہے ہیں۔"

عفرا بے یقینی سے اسے دیکھنے لگی۔

"مت دیکھو اتنی بے اعتباری سے کہ مجھے خود سے نفرت ہونے لگے۔" اس نے بھڑک کر فائل کھینچ کر ثمین کی ٹیبل پر اچھالی۔ جو ہکا بکا انہیں دیکھ رہی تھی۔

"تم چلو میں آتی ہوں۔" اسے گویا اب بھی یقین نہ آیا تھا۔ شاہ زر کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ کس کر ایک تھپڑ اس کے چہرے پر دے مارے۔

"کبھی اپنی انا اور نفرت سے باہر نکل کر بھی دیکھ لو۔ کہیں کوئی بڑا نقصان نہ ہو جائے۔"

وہ جیسے آیا تھا ویسے چلا گیا۔ عفرا سن ہو کر رہ گئی پھر تیزی سے اس کے پیچھے بھاگی۔ پر وہ ایک پل میں ہوا ہو گیا۔ دس منٹ ٹیکسی ملنے میں لگ گئے۔ وہ گھر پہنچی تو نانی اماں مصلے پر بیٹھی نفل پڑھ رہی تھیں۔ باقی لوگ غائب تھے۔ تب ہی شاہ زر کچن سے ٹفن لے کر نکلا۔ پیچھے عفرا بھی تھی۔

"ابو کہاں ہیں۔؟" وہ لپک کر شاہ زر تک آئی۔ اس

نے جیسے عفرا کا سوال سنا ہی نہیں۔

"ہسپتال لے کر گئے ہیں۔" اقصیٰ نے بتایا۔

"میں بھی جاؤں گی۔" وہ شاہ زر کی طرف دیکھ کر بولی۔

"کوئی ضرورت نہیں۔ یا جیسے آئی تھیں ویسے چلی جاؤ۔" حد درجے بیگانہ اور طنزیہ لہجے میں کہہ کر وہ چلا گیا۔ عفرا وہیں بیٹھ کر رو دی۔

"سب مجھے غلط سمجھتے ہیں۔ میں آئی تھی اس کے پیچھے پر یہ چلا آیا تھا۔"

"سب ٹھیک ہے۔ ہلکا سا درد تھا۔ آزر بھائی کا فون آیا ہے ابھی۔ شام تک آجائیں گے۔"

اقصیٰ اس کے پاس بیٹھ کر تسلیاں دینے لگی۔ اسے نجانے کس کس بات پر رونا آرہا تھا۔ شام تک کا وقت رینگ رینگ کر گزرا تھا۔ شام کو گاڑی آکر رکی تو وہ دونوں باہر بھاگیں۔ اندر آنے والا شاہ زر ہی تھا۔ ٹفن اور دیگر سامان اٹھائے۔

"ابو کیسے ہیں۔؟" شاہ زر نے ایک نظر اس پر ڈالی اور خاموشی سے آگے بڑھ گیا۔

"تم بتاتے کیوں نہیں ہو۔" عفرا نے جھنجلا کر اس کی آستین کھینچی۔ شاہ زر نے جھٹکے سے اپنی آستین چھڑائی اور غضب ناک نظروں سے اسے گھورا۔

"تمہیں کیا ہے۔ تم بیٹھی اپنی انا کا پرچم لہراتی رہو۔" شاہ زر استہزائیہ لہجے میں بولا۔

"میں۔" وہ روہانسی ہو کر کچھ کہنے لگی تو نظر باہر گئی۔ آزر بھائی سہارا دے کر ابو کو وہیل چیئر پر بٹھا رہے تھے۔ وہ تیزی سے باہر کی طرف بھاگی۔

*_*_*

وہ آفس کے لیے تیار ہو رہی تھی جب اقصیٰ نے اسے بتایا۔ اس کے ہاتھ سے برش چھوٹ گیا اور جن نظروں سے اس نے نوریا کو دیکھا تھا۔ وہ کچھ بھی کہے بغیر باہر نکل گئی۔

"کیا کہہ رہی ہو تم۔" اس نے اقصیٰ کو جھنجوڑ کر رکھ دیا۔ اقصیٰ نے ہی تو بتایا تھا اسے۔

"ابو کی طبیعت بہت خراب تھی اور وہ اپنی زندگی سے مایوس بھی بہت ہو گئے تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ نوریا اور آزر کا نکاح ان کی زندگی میں ہی ہو جائے۔ شاہ زر تمہیں لینے گیا تھا۔ تم نے دیر کر دی۔ بلکہ ابو نے تو سب کی رضامندی سے شاہ زر کے لیے بھی ہاں کر دی ہے۔"

"بس۔" عفرا نے اسے ہاتھ اٹھا کر چپ کروایا۔

"جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔ اب اس سے آگے کچھ نہیں ہو گا۔ تائی نے بہت ٹھیک وقت پر جال پھینکا۔ پر میں اس جال میں آنے والی نہیں۔ ان لوگوں سے رشتہ جوڑنا ناممکن ہے۔"

"رشتہ تو جڑ گیا ہے عفرا۔"

"اونہہ۔" وہ سر جھٹک کر نیچے اتری۔ نوریا کچن میں تھی۔

"مبارک ہو تمہیں۔ سنا ہے نکاح ہو گیا ہے تمہارا۔" وہ خاصے چبھتے ہوئے لہجے میں بولی۔ نوریا گھبرا سی گئی۔

"اگر آپ بھی وقت پر تشریف لے آتیں تو شاید آپ کا بھی ہو جاتا۔" شاہ زر اس کے پیچھے ہی کچن میں داخل ہوا تھا۔

"خدا کا شکر ہے کہ نہیں آئی اور ویسے بھی مجھے اموشنلی بلیک میل ہونے کا کوئی شوق نہیں۔" وہ استہزائیہ انداز میں مسکرائی۔

"ناشتہ بناؤں تمہارے لیے۔" نوریا نے گھبرا کر پوچھا۔

"رہنے دو، میں خود بنا لوں گی۔" وہ سب ہی سے خفا تھی۔

"یہ دل کے معاملے ہوتے ہیں محترمہ! بلیک میلنگ سے طے ہونے والے نہیں۔" وہ دروازے کی چوکھٹ پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"اونہہ! دل کے معاملے۔" وہ بڑبڑائی کہ از سر نو بدگمان ہو گئی تھی۔ "ویسے دھیان رکھنا۔ خاصے بے اعتبار لوگوں سے رشتہ جوڑا ہے۔ وقت آنے پر تنہا چھوڑ دینا ان کی فطرت ہے۔" ناشتے کا ارادہ ملتوی کر کے اس نے بس ایک کپ چائے لی تھی۔ باہر نکلنے کے ارادے سے پلٹی وہ جو دروازے میں پھیل کر کھڑا تھا "ایک طرف ہو گیا۔

"ایک بات تو بتاؤ۔ ہم کاروبار یا اس گھر میں حصہ نہیں مانگ رہے پھر یہ کھیل کیوں کھیل رہے ہو۔۔؟"

وہ جاتے جاتے بولی تھی اور شاہ زر کا ضبط جواب دے گیا۔ اسے کھینچ کر دوبارہ دروازے میں لا کھڑا کیا۔ وہ یوں کہ خود وہ دروازے سے ٹکرائی تھی۔ ہاتھ میں پکڑا کپ اس جھٹکے میں زمین پر گر کر ٹوٹا تھا اور اس میں موجود گرم گرم چائے اس کے ساتھ ساتھ شاہ زر کے بھی ہاتھ پیر جلا گئی تھی۔

"بہت بکواس سن لی میں نے تمہاری۔" وہ انگلی اٹھا کر خونخوار نظریں اس کے چہرے پر ٹکاتا ہوا بولا تھا۔

"لیکن یہ بے بنیاد الزامات کس خوشی میں عائد کر رہی ہو تم۔"

عفرا نے جھٹکے سے اپنا بازو چھڑا کر جانا چاہا۔ شاہ زر کی گرفت کچھ اور مضبوط ہوئی۔

"مجھے میرے سوال کا جواب چاہیے۔" وہ اسے جھٹکا دیتے ہوئے بولا۔

"مجھ سے کیا پوچھتے ہو۔ اپنی ماں سے پوچھو جا کر۔" عفرا ایک دم پھٹ پڑی۔

"شٹ اپ۔" شاہ زر کا بھاری ہاتھ اٹھا تھا مگر راستے میں ہی رک گیا۔

"میری ماں تمہاری بھی کچھ لگتی ہے' بے وقوف لڑکی۔" وہ دانت پیس کر بولا۔ عفرا کی نظریں اس کے ہاتھ پر ٹکی تھیں۔

"رک کیوں گئے؟ مارو نا۔" وہ عجیب سے لہجے میں بولی۔ شاہ زر نے جھنجلا کر اس کا بازو چھوڑ دیا۔

"سب لوگ مجھے پاگل سمجھتے ہیں' بے وقوف کہتے ہیں۔ تمہیں لگتا ہے میں بے جواز نفرت کا شکار ہوں۔" وہ روتی ہوئی نورا کی طرف پلٹی۔ جو اس سارے عرصے میں دم بخود کھڑی تھی۔

"یاد کرو نورا! وہ دن۔ جب لالہ جی کو ہارٹ اٹیک ہوا تھا۔ میں اور تم کالج جاتے تھے اور لالہ جی اس گھر کے واحد کفیل تھے۔ وہ پندرہ دن ہاسپٹل میں رہے تھے۔ شنزا! میں اور تم ہاسپٹل میں خجل خوار ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ ہم بالکل خالی ہو گئے۔ ہمارے پاس لالہ جی کی دوا لانے کے لیے بھی پیسے نہ رہے۔

تائی اماں نے سوچا وہ اپنا ایک کنگن بیچ دیں گی۔ تب ہاں تب۔ پتا نہیں کیوں مجھے خیال آیا کہ وہ ہمارا باپ ہے' کیا مصیبت کی ان گھڑیوں میں بھی ہمارا ساتھ نہیں دے گا۔ تب میں اس کے گھر گئی۔"

شاہ زر دروازے میں اور نورا چولہے کے پاس دم بخود سن رہی تھی اور وہ بے تحاشا روتے ہوئے ہاتھ کی پشت سے آنسو صاف کرتے ہوئے بولے جا رہی تھی۔

"کون ہو تم۔؟" وسیع و عریض ڈرائننگ روم کے صوفے پر پوری تمکنت اور غرور کے ساتھ براجمان وہ عورت اس کی تائی تھی۔

"جی میں عفرا ہوں۔" اس نے دھیمی آواز میں تعارف کروایا۔

"کون عفرا۔" تائی کا لہجہ حد درجہ بیگانہ تھا' وہ کم سن سی لڑکی لڑکھڑا سی گئی۔

"تائی جان! میں عبدالرحمٰن کی بیٹی ہوں۔" یہ حوالہ اس کے لیے اتنا پرکشش تو نہ تھا مگر مجبوری یہاں کھینچ لائی تھی۔

"او عفرا۔" تائی جان نے ہونٹ سکوڑ کر اسے سرتاپا دیکھا۔ "تمہاری ماں کیسی ہے۔"

"جی ٹھیک ہیں۔" عفرا دونوں ہاتھ آپس میں مسلتے ہوئے بولی۔ انہوں نے ایک بار بھی اسے بیٹھنے کو نہ کہا تھا۔

"ویسے بڑی کالی زبان تھی تمہاری ماں کی۔ جاتے ہوئے کہہ گئی تھی خدا کرے عبدالرحمن! تمہاری کوئی اولاد نہ ہو۔" وہ اپنی بہو کو بتا رہی تھیں۔ "دیکھ لو دوسری بیوی سے کوئی اولاد ہی نہیں ہوئی۔"

"یہ کون ہے۔؟" تب ہی شاہ میر بھائی آئے تھے۔

"تمہارے چچا کی بیٹی ہے۔ جن کو انہوں نے گھر سے نکال دیا تھا۔" تائی اماں کا استہزائیہ لہجہ وہ جیسے زمین میں گڑ گئی۔

"اب کیسے آئی ہو۔" شاہ میر کا لہجہ بھی ویسی ہی اجنبیت لیے ہوئے تھا۔

"مجھے ابو سے ملنا ہے۔" اس نے دل کڑا کر کے کہا۔

”آج کیسے یاد آ گئی باپ کی؟“ تائی اماں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

”ہم تو کبھی نہیں بھولے ان کو ہی......“ عفرا کی آواز بھیگ گئی۔

”اچھا.... اچھا وہ گھر پہ نہیں ہیں۔“ عفرا کا دل ڈوب گیا۔ اتنی مشکلوں سے سارے گھر سے چوری وہ آئی تھی یہاں۔

”کہاں گئے ہیں....؟“ اس نے بے تابی سے پوچھا۔

”ارے بھئی، ہمیں کیا معلوم۔ اب ہر جگہ ہمیں بتا کر تو نہیں جاتے۔“ تائی اماں بیزاری سے بولیں۔

اب یہاں کھڑا رہنے کا کیا جواز تھا۔ اس نے باہر کی طرف قدم بڑھائے پھر کچھ سوچ کر رکی۔

”ابو آئیں تو انہیں بتا دیجیے گا کہ میں آئی تھی۔“

”اچھا کہہ دیں گے۔“ ان سب کی توجہ ٹی وی کی طرف مبذول تھی۔

”اور یہ بھی کہ لالہ جی کو ہارٹ اٹیک ہوا ہے۔ وہ سول ہسپتال میں ہیں۔“

اب کوئی جواب نہ پا کر وہ پلٹ گئی۔

”سنو۔“ شاہ میر بھائی کی آواز پر اس کے قدم رکے۔

”یہ لیتی جاؤ۔“ شاہ میر کے ہاتھ میں پانچ سو کا نوٹ تھا اور وہ یوں دے رہے تھے۔ جیسے وہ بھکارن ہو۔ وہ جیسے زمین میں گڑ گئی۔ عرق ندامت سے پیشانی بھیگ گئی۔ اس نے بدقت نفی میں سر ہلایا اور باہر لپکی۔

”بڑی اکڑ ہے بھئی۔ شاہ میر! خیال رکھنا۔ یہاں کا گھر دیکھ گئی ہے۔ کہیں ان چاروں کا حصہ بھی نہ نکالنا پڑے کاروبار اور گھر میں۔“ تائی جان کی آواز کسی تلوار کی طرح اس کے دل کو دو ٹکڑے کرتی گئی۔

”میں بھکاری نہیں تھی جو انہوں نے مجھے یوں دھتکارا۔ نہ میں ان کے گھر اور کاروبار میں حصہ مانگنے گئی تھی۔ میں نے سوچا تھا وہ میرے اپنے ہیں، مصیبت کی اس گھڑی میں ساتھ ضرور دیں گے مگر۔“ وہ ہاتھ کی پشت سے آنسو صاف کرتے ہوئے بولی۔ ”اس کے بعد نانی اماں کے کنگن بک گئے پر ابو نہیں آئے۔ انہیں بتایا ہی نہیں کسی نے۔ وہ مجھے کچھ نہ دیتے۔ بس ایک بار سر پر ہاتھ رکھ کر کہہ دیتے۔ مصیبت کی اس گھڑی میں تم تنہا نہیں ہو۔ پر انہوں نے...... شاہ زر! اس کے باوجود تم کہتے ہو، میری نفرت بے جواز ہے۔“

وہ شاہ زر سے پوچھ رہی تھی۔ شاہ زر کسی بھیانک خواب سے جاگا۔

”عفرا۔“ ایک گھٹنا زمین پر ٹکا کر وہ اس کے سامنے بیٹھا۔ ”اس سارے قصے میں میرا قصور کہاں سے نکلتا ہے۔“

عفرا نے بھیگی پلکیں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔

”پتا نہیں، شاید کہیں بھی نہیں۔“ وہ اس کے سوال پر جیسے سچ مچ الجھ گئی تھی۔ تب ہی رکی نہیں فوراً باہر نکل گئی تھی۔

*_*_*

”تم نے یہ سب کچھ ہم سے کیوں چھپایا عفرا۔“ شزا اس کے سامنے بیٹھی تھی۔ وہ ابھی ابھی حیا کو سلا کر فارغ ہوئی تھی۔

”کوئی فائدہ تھا بتانے کا؟“ وہ الٹا پوچھنے لگی۔ ”خود جلتی اور کڑھتی رہیں۔ بتا دیتیں تو یہ جلن، یہ کڑھن آدھی آدھی بانٹ لیتے۔“ وہ ذرا سا مسکرائی۔

”میں نے کیا کر لیا جل اور کڑھ کر۔“ وہ دل گرفتگی سے بولی۔

”ہوں۔“ شزا کی سوچ میں ڈوبی آواز ابھری۔ ”اب کیا سوچا ہے تم نے۔“

”کس بارے میں....؟“ عفرا چونکی۔

”اس گھر کے ساتھ ایک بندھن بندھ گیا ہے نوریا کی صورت۔ یہ بندھن کسی صورت نہیں ٹوٹ سکتا۔ اسے ٹوٹنا بھی نہیں چاہیے، اس پر تمہارا رویہ...... نوریا کے لیے بہت مشکل ہو جائے گی۔“

”میں خود کو بہت بے بس محسوس کر رہی ہوں شزا۔“ عفرا نے جیسے سہارے کے لیے ہاتھ تھاما۔ ”میں نے سوچا تھا میں کبھی اس گھر میں نہیں جاؤں گی، کبھی ان لوگوں سے ملنا تو در کنار انہیں دیکھوں گی بھی نہیں اور اب......“ وہ جیسے ہار گئی تھی۔

”زندگی ہمارے تقاضوں کے مطابق نہیں گزرتی

عفرا! ایسا ہونے لگے تو لوگ خدا کو بھول جائیں۔ یہ سب تو کہیں اوپر لکھ دیا جاتا ہے۔ یہ زندگی ہماری چوائس نہیں ہے۔ یہ اسی طرح گزرے گی۔ کبھی ہماری خواہشوں کے مطابق، کبھی اس سے بالکل برعکس، کبھی کسی پسندیدہ ہستی کے ساتھ تو کبھی بہت سے ناپسندیدہ لوگوں کے ساتھ۔ یہ سب تو ایسے ہی چلے گا عفرا۔"

"شاید تم ٹھیک کہتی ہو۔" عفرا نے بجھے بجھے لہجے میں اعتراف کیا۔

"تو پھر ایک وعدہ کرو۔ ماضی کے اس بے رحم لمحے کے پیچھے اپنا حال تباہ مت کرو۔ معاف کرنا خدائی صفت ہے اور ایک سچے مسلمان کی پہچان بھی۔ اپنا ظرف بڑا کرلو۔ دیکھو یہ وہ تائی جان ہیں جو اپنے بیٹے کے ہاتوں زک اٹھا کر آئی ہیں۔ انسان ٹھوکر کھا کر سنبھلتا ہے۔ آج وہ کیسے ساری ساری رات امی کے ساتھ ابو کے سرہانے جاگتی ہیں اور پھر آزر اور شاہ زر ان کا کیا قصور یا پھر کوئی جرم نکالتی ہو ان کے نام۔" آخر میں وہ مسکرائی تو اس نے آہستگی سے نفی میں سر ہلا دیا تھا۔

"اگر کوئی غلطی تھی بھی تو آج انہوں نے تلافی کر بھی دی ہے۔ کیسے ابو کو لے کر ہسپتال بھاگے۔ ہم میں سے کسی کو کچھ کرنا نہیں پڑا اور پھر......" وہ اس کا ہاتھ تھپتھپا کر اس کے قریب ہوئی۔

"وہ شاہ زر جانتی ہو کتنی محبت کرتا ہے تم سے۔" عفرا خاموشی سے میز پر نظریں جمائے سن رہی تھی۔

"ہم نہیں جانتیں لیکن اس نے ہم سے کچھ نہیں چھپایا۔ وہ بہت اچھا اور سچا انسان ہے۔"

"ہاں تو اور کیا۔ یہ شاہ زر ہی تھا جو تمہارے پیچھے اس گھر تک آیا تھا۔ یہ آزر صاحب تو مجھے جھونگے میں ملے ہیں۔" نویرا کہتی ہوئی اندر آئی۔

"خبردار جو آزر بھائی کو جھونگے کہا تو۔" اقصیٰ کو برا لگا۔ وہ تو یوں بھی دیوانی تھی ان کی۔

"اس کو پکار لو عفرا۔" شنزا نے اچانک کہا۔

"میں ــــ میں کیسے۔" وہ ڈر گئی۔ سارا غصہ، ساری نفرت تو تب ہی آنسوؤں میں بہہ نکلی تھی جب

تائی جان نے گلے لگا کر پھر سے معافی مانگی تھی۔ وہ کہاں کی پتھر دل تھی جو اب تک گردن اکڑا کر کھڑی رہتی۔

"وہ تمہاری طرح نہیں ہیں۔ ایک بار پکارو گی تو آجائیں گے۔ بس پکارنا شرط ہے۔ آخر ان میں بھی تھوڑی بہت انا ہے۔" اقصیٰ کہتی ہوئی بستر میں گھسی تھی۔ عفرا ڈر گئی تھی۔

"اور جو اس نے دھتکار دیا تو......"

----*

"کیا سے کیا ہو گیا۔ یہ محبت کیسی آنکھ مچولی کھیل رہی ہے میرے ساتھ۔" وہ کب سے ٹیبل پر پنسل سے لکیریں کھینچ رہی تھی۔ کتنے ڈھیر سارے دن گزر گئے تھے۔ بظاہر لگتا سب کچھ ٹھیک ہو گیا ہے۔ موسم بدل گیا ہے پھر بھی کوئی کمی تھی۔ جیسے بہار تو آئی ہو پر پھول نہ کھلے ہوں اور وہ شاہ زر علیم نجانے کہاں چلا گیا تھا۔

"شاہ زر علیم۔" وہ بری طرح چونکی۔

"تو کیا میں نے اس کی موجودہ حیثیت میں اسے تسلیم کر لیا ہے۔" وہ مسکرا دی۔ دل مچل مچل کر ہاں کہہ رہا تھا۔

"پر شاید میں اس سے کبھی نہ کہہ سکوں، کبھی نہ پکار سکوں۔" وہ حد درجے مایوسی سے بولی۔

"ٹھیک کہا تھا میں نے۔ یہ محبت کسی کو نقصان نہیں پہنچائے گی، سوائے اپنی ذات کے۔" تب ہی کسی نے ہولے سے میز بجائی۔ عفرا نے جھٹکے سے سر اٹھایا۔

"شجاعت صاحب ہیں۔؟" وہ سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔

"جی ہیں۔" عفرا نے اس کے بعد بھی کچھ کہنا چاہا پر لب بھینچ لیے۔ شاہ زر نے ایک نظر اس پر ڈالی پھر چلا گیا۔

"میں نے روکا کیوں نہیں اسے۔" وہ خود سے لڑ پڑی۔

"نہیں میں اسے نہیں پکار سکوں گی۔" اسے خود پر غصہ آگیا۔ "ایسی بھی کیا انا پرستی۔ غصہ اتر گیا، نفرت

مٹ گئی۔ اب یہ کم بخت انا۔" پھر وہ کئی بار اس کے سامنے آیا تھا اور وہ ہر بار لب بھینچ کر۔۔ فائل پر جھک گئی۔

"اب ایکدم سے اس کے قدموں میں جا بیٹھوں یہ کوئی طریقہ ہے۔"

۔۔۔۔*

"محترمہ عفرا! اگر آپ کو میز پر بیل بوٹے بنانے کا اتنا ہی شوق ہے تو کوئی میز اپنے گھر سے لے آیئے گا۔" عفرا اچھل ہی تو پڑی۔ فاران مخصوص بنے ٹھنے انداز میں سامنے کھڑا خشمگیں نگاہوں سے گھور رہا تھا۔

"س۔۔۔۔ سوری سر۔"

"صرف سوری سے کام چل جاتا' اتنے سِن لگانے کی کیا ضرورت تھی اور آج آپ نے گھر نہیں جانا۔ سارا آفس خالی ہو چکا ہے۔"

"بس سر! جا ہی رہی تھی۔" عفرا نے تیزی سے چیزیں سمیٹیں۔

"نہیں ذرا دس منٹ رک کر آفس کا دھیان رکھیں۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

"سر! آفس کہیں بھاگا جا رہا ہے۔" وہ حیرت سے گویا ہوئی۔

"آفس میں اس وقت بیس لاکھ کی رقم موجود ہے۔"

"بیس لاکھ۔ سر! میں جا رہی ہوں۔" اس نے تیزی سے بیگ کندھے سے لٹکایا۔

"مس عفرا! بیٹھ جائیں۔" فاران تحکمانہ لہجے میں بولا۔ "میں دس منٹ میں آتا ہوں۔ آپ بس اتنا کریں کہ آفس کا خیال رکھیں۔ کوئی اندر نہ جائے۔ آج کل حالات کچھ ٹھیک نہیں ہیں۔"

وہ یہ کہتے ہوئے چلا گیا اور عفرا کی نظریں آفس کے دروازے سے چپک گئیں۔ دس بیس اور پھر تیس منٹ ہو گئے۔ وہ ہنوز غائب تھا۔ وہ بے چین ہونے لگی۔ سارا آفس بھاں بھاں کر رہا تھا۔ تب ہی کمپیوٹر روم سے کھٹ پٹ کی آوازیں آئیں۔

"یہ کون آ گیا۔؟" وہ لپک کر کمپیوٹر روم کی طرف گئی۔ ناصر صاحب فائلوں کے ڈھیر پر جھکے تھے۔

"ناصر صاحب! آپ ابھی تک گئے نہیں۔"

"وہ ایک فائل رہ گئی ہے۔ میں نے سوچا گھر جا کے دیکھوں گا۔" وہ فائلیں الٹ پلٹ کر رہے تھے۔

"ملی نہیں۔" اس نے دروازے میں کھڑے ہو کر پوچھا۔

"نہیں پلیز مس عفرا! ذرا ہیلپ کروا دیں۔"

وہ آگے آئی اور دوسرے ڈھیر میں سے فائل برآمد کرنے لگی۔

"مل گئی۔" ٹھیک دس منٹ بعد ناصر صاحب کی آواز ابھری تھی۔

"تھینک گاڈ اینڈ تھینک یو مس عفرا۔" وہ ممنونیت سے بولے۔ "آپ ابھی تک گھر نہیں گئیں۔۔؟"

"بس جانے ہی والی ہوں۔"

"میں ڈراپ کر دوں۔" انہوں نے آفر کی۔

"نو تھینکس' میں چلی جاؤں گی۔" ان کے جانے کے بعد اس نے آفس کے بند دروازے کا جائزہ لیا اور مطمئن ہو کر سوچنے لگی۔ "بیس لاکھ کی رقم کتنی ہوتی ہے۔"

"سوری مس عفرا! مجھے کچھ دیر ہو گئی۔" فاران مسرور سا واپس آیا۔

"کوئی بات نہیں سر۔" عفرا مروتاً بولی۔

"کوئی آیا تو نہیں آفس میں۔" وہ دروازہ کھولتے ہوئے بولا۔

"نو سر۔" عفرا اس کے پیچھے آئی۔ انہوں نے کرسی پر بیٹھ کر میز کے نیچے سے بریف کیس نکالا۔

"دراصل یہ رقم۔۔۔" بریف کیس کھٹ سے کھلا اور دوسرے لمحے فاران اچھل پڑا۔

"کیا ہوا سر۔۔؟" عفرا تھوڑا حیران ہوئی۔

"بریف کیس خالی ہے۔" فاران کی سرسراتی آواز ابھری۔

"کیا کہہ رہے ہیں سر۔" عفرا گھوم کر دوسری طرف آئی۔ بریف کیس واقعی خالی تھا۔

"مس عفرا! رقم کہاں گئی ہے۔؟" فاران کا لہجہ

وہ سر پکڑ کر نیچے جا گری۔

"مس عفرا! مس عفرا! ہوش میں آئیں۔" فاران نے پانی کے چھینٹے اس کے منہ پر مارے۔

"سر! سر! مجھے نہیں معلوم۔ مجھے کچھ نہیں پتا۔" عفرا کے حواس مختل ہو گئے تھے۔ وہ کانپتی ہوئی آواز میں بولی۔

"کوئی اور آیا تھا میرے بعد۔؟" فاران کی پیشانی پر شکنوں کا جال بچھا تھا۔

"سر! وہ کمپیوٹر روم کے ناصر صاحب۔" فاران نے بٹن پش کر کے چوکیدار کو بلایا۔

"نیچے جو کوئی بھی ہے کنٹین میں یا اردگرد، فوراً بلواؤ۔ خاص کر کمپیوٹر روم کے ناصر صاحب کو فوراً ڈھونڈ لاؤ۔"

"سر جی! کیا ہوا۔" اس نے نیچے گری عفرا کو تعجب سے دیکھا۔

"جو کہا ہے وہ کرو۔" چوکیدار سر ہلاتا چلا گیا تو وہ عفرا کی طرف متوجہ ہوا۔ "مس عفرا! آپ اٹھ کر اوپر بیٹھیں۔"

عفرا بمشکل اپنے کانپتے وجود کو سنبھال کر کرسی پر بیٹھی تھی ورنہ حواس ساتھ چھوڑ رہے تھے۔ وہ بار بار خوفزدہ نظروں سے فاران کی طرف دیکھ رہی تھی جو سر پکڑے بیٹھا تھا۔

"غلطی میری تھی۔ مجھے اتنی بڑی رقم چھوڑ کر نہیں جانا چاہیے تھا۔" وہ بڑبڑایا۔

"سر! یقین کریں مجھے......"

"مس عفرا پلیز آپ خاموش رہیں۔ میں اس وقت بہت پریشان ہوں۔ پاپا کو کیا جواب دوں گا۔" اس نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ذرا سی دیر میں کمرہ بھانت بھانت کے لوگوں سے بھر گیا۔

"میں تو سر! کمپیوٹر روم تک آیا تھا، فائل لے کر چلا گیا۔ مس عفرا سے پوچھ لیں۔" ناصر صاحب نے کہا تو عفرا نے اثبات میں سر ہلا دیا کہ بہرحال تھا تو یہ سچ ہی۔

"تو رقم کون لے گیا۔؟" فاران پریشانی سے بولا۔

"مس عفرا سے پوچھیں۔" ناصر صاحب نے بڑی مکاری سے جواب دیا۔

"کیا مطلب آپ کا۔؟"

"ظاہر ہے۔ آفس میں بس مس عفرا موجود تھیں۔ سامنے کی بات ہے۔" وہ کندھے اچکا کر بولے۔ عفرا کا سر چکرا گیا۔

"آپ کا مطلب ہے۔ پیسے میں نے چرائے ہیں۔" اس کا رنگ پیلا پڑ گیا۔

"میں نہیں کہتا، حالات کہتے ہیں۔"

"جھوٹ بولتے ہو تم۔ سر! یہ سازش ہے میرے خلاف۔ میں تو آفس سے باہر بھی نہیں گئی۔"

وہ چیخ چیخ کر اپنے بے گناہ ہونے کا یقین دلا رہی تھی۔ جواباً" وہ اس کو مجرم ثابت کر رہے تھے۔ جبکہ فاران سر پکڑے بیٹھا تھا کہ حالات مکمل طور پر عفرا کے خلاف تھے۔

"سر! میں کہتا ہوں، پولیس کو بلوالیں۔" نجانے کس نے مشورہ دیا تھا۔

"پولیس۔" عفرا کا دل ڈوب کر ابھرا۔ ساتھ ہی اس نے دھواں دھار رونا شروع کر دیا۔

"مس عفرا! بہتر ہے آپ اپنے گھر میں سے کسی کو بلوالیں۔ اس کے بعد ہی......" فاران نے اتنی سی رعایت برتی اور فون اس کی طرف کھسکایا۔ عفرا نے تیزی سے ریسیور اٹھایا۔

"پر کس کو فون کروں۔ کون ہے، جو ایسے میں میری مدد کرے گا۔"

"کیا لالہ جی! نہیں وہ تو جیتے جی مر جائیں گے۔"

"جنید بھائی، پر شہزا کے سسرال والے کیا کہیں گے۔"

"شاہ زر، ہاں شاہ زر۔" اندھیرے میں جگنو چمکا تھا۔ "پر کہاں کال کروں۔ گھر، آفس، موبائل کوئی نمبر بھی تو میرے پاس نہیں۔" وہ ریسیور ہاتھ میں پکڑے متوحش سی سب کو دیکھے گئی۔

"کس کو فون کرنا ہے۔؟" فاران نے پوچھا۔

"شاہ...... شاہ زر کو...... پر نمبر۔" وہ تھوک نگلتے ہوئے بولی۔ فاران ذرا سا جھکا اور نمبر پریس کر دیا۔

"اس کے موبائل کا نمبر ہے۔"

"ہیلو شاہ زر اسپیکنگ۔" وہ اس کی آواز سن کر ہی رو دی۔

"عفرا...! عفرا! کیا ہوا۔؟" شاہ زر نے بے چین ہو کر پکارا۔

"شاہ زر پلیز، مجھے بچالیں۔ میں نے کچھ نہیں کیا۔ یہ سب میرے خلاف سازش ہے۔"

"کیا ہوا عفرا! کون سی سازش، کہاں ہو تم۔؟" وہ پریشان ہو اٹھا۔

"آ... آفس میں۔"

فاران نے اس کے ہاتھ سے ریسیور تھام کر مختصراً ساری بات بتائی پھر ریسیور رکھ کر بولا۔ "وہ آرہا ہے۔"

"کیا رقم لے کر۔؟" ناصر صاحب نے پوچھا۔

"شٹ اپ ناصر صاحب۔" فاران نے ڈپٹ کر کہا۔ بہرحال شاہ زر اس کا دوست تھا اور عفرا اس کی کزن۔ وہ اتنی جلدی کوئی کارروائی کرنا نہیں چاہتا تھا۔ شاہ زر جیسے اڑ کر وہاں پہنچا تھا۔

"یہ کیا بھیڑ لگا رکھی ہے۔" اس کی رعب دار سنجیدہ آواز پر ایک لمحے کو آفس میں خاموشی چھا گئی تھی۔ عفرا جو تب سے کرسی پر سکڑی سمٹی رونے میں مشغول تھی۔ شاہ زر کو دیکھتے ہی لپک کر اس کے پاس آئی۔

"شاہ زر! یہ سب مجھ پر الزام لگا رہے ہیں۔ بلیو می شاہ زر! مجھے تو معلوم بھی نہیں۔ میں نے اتنی بڑی رقم کا کیا کرنا تھا۔" وہ اس کا بازو تھامے روئے جا رہی تھی۔ شاہ زر نے اس کا ہاتھ تھپتھپا کر فاران کی طرف دیکھا۔

"فاران! یہ کیا تماشا لگا رکھا ہے۔ یہ بھیڑ کیوں ہے یہاں۔"

"صاحب! بیس لاکھ کا معاملہ ہے۔" کوئی بولا تھا۔

"عفرا! تم باہر جاؤ، میں دیکھتا ہوں۔" اس نے روتی ہوئی عفرا سے کہا۔

"سر جی! بیس لاکھ کے غبن کا الزام ہے ان پر۔ آپ بھگا رہے ہیں۔" یہ کوئی اور تھا۔

شاہ زر کی کنپٹی کی رگیں تن گئیں۔ اس نے چبھتی ہوئی نظروں سے فاران کی طرف دیکھا۔

"کیا بیس لاکھ کا چیک کاٹ کر رکھ دوں یہاں۔؟"

فاران شرمندہ ہو گیا۔

"ایسی کوئی بات نہیں شاہ زر۔"

شاہ زر نے جیب سے چابی نکال کر عفرا کو تھمائی۔

"گاڑی میں جا کر بیٹھو۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

عفرا مرے مرے قدموں سے باہر آئی۔

"کیا ہو گیا" یہ ایک پل میں۔" اس کا ذہن پلٹ پلٹ کر ناصر کی طرف چلا جاتا تھا۔ یقیناً "اسی نے عفرا کو فائل میں الجھایا تھا اور اس کا کوئی آدمی رقم نکال کر لے گیا۔ ذرا دیر بعد جب شاہ زر واپس آیا تو وہ یوں ہی کار کے پاس ٹہل رہی تھی۔

"کیا ہوا۔؟"

"کچھ نہیں سب ٹھیک ہے۔" شاہ زر نے اس کے ہاتھ سے چابی لے کر دروازہ کھولا۔ اسے بیٹھنے کا اشارا کر کے گاڑی اسٹارٹ کرنے لگا۔ سارا رستہ وہ پریشان ہو ہو کر اس کی شکل دیکھتی رہی۔ "سب ٹھیک ہے۔" اس کی تسلی نہیں کر رہا تھا۔

"ان لوگوں نے کیا کہا۔" وہ رہ نہ پائی۔

"کیوں پریشان ہو رہی ہو عفرا۔؟" شاہ زر اس کی پریشان صورت دیکھ کر مسکرایا۔

"ایوری تھنگ ول بی آل رائٹ۔ میں خود تحقیقات کروں گا۔ تم بے قصور ہونے کے باوجود اتنی ٹینس کیوں ہو رہی ہو۔"

"یہاں سب سے پہلے بے قصور ہی پکڑے جاتے ہیں شاہ زر۔" وہ روہانسی ہو کر بولی۔

"اچھا لگا۔" وہ مبہم سا مسکرایا۔

"کیا۔؟" عفرا حیران ہوئی۔

"اپنا نام اور تمہارا مجھ کو پکارنا۔ کاش یہ حادثہ پہلے ہو جاتا۔"

عفرا خجل سی ہو کر باہر جھانکنے لگی۔

"ویسے ٹھیک کہا تم نے۔ یہاں ہمیشہ بے قصور مارے جاتے ہیں۔ میں بھی تو بغیر کسی قصور کے ہتھے چڑھ گیا تھا تمہارے۔" وہ مزا لے رہا تھا جبکہ اس کا شرمندگی کے مارے برا حال تھا۔

"شاہ زر آئی ایم ساری۔ میں بہت بری ہوں۔"

"اس میں کیا شک ہے۔ پر کیا کریں کہ تم ہمیں

ہر حال میں قبول ہو۔ خواہ تم پر بیس لاکھ کے غبن کا الزام ہی کیوں نہ ہو۔ ویسے کچھ زیادہ لمبا ہاتھ نہیں مار لیا تم نے۔" وہ شرارت پر آمادہ تھا اور عفرا کا بس نہیں چل رہا تھا کہ کار پھٹے اور وہ سڑک میں سما جائے۔

"کم از کم آپ تو ایسے نہ کہیں۔"

"اوہو! اب ہم آپ ہو گئے۔" وہ دھیرے سے گنگنایا۔ وہ جیسے شرمندہ ہوتے ہوتے تھک گئی تھی۔ اسے گھور کر رہ گئی۔ شاہ زر اس کے یوں گھورنے پر ہنسنے لگا۔

"تیور بدلے نہیں تمہارے۔ کچھ دن بعد جا کر استعفیٰ دے آنا۔ اب تمہیں وہاں کام کرنے کی ضرورت نہیں۔"

"نہیں..... میں اب وہاں نہیں جاؤں گی۔ سب لوگ عجیب عجیب نظروں سے دیکھیں گے۔" عفرا نے منہ بنایا۔

"نہیں دیکھیں گے بابا! اعتبار کیا ہے تو مکمل کرو۔ کہا نا دو چار دن میں اصل مجرم پکڑے جائیں گے۔" اس نے گاڑی گھر کے سامنے کھڑی کی۔ "اب گھر جا کر کچھ مت کہنا۔" اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"سنو!" شاہ زر نے پکارا۔ عفرا دروازہ کھولتے کھولتے رک گئی۔

"اب اگر کوئی کارڈ بھیجوں تو پھاڑو گی تو نہیں۔"

عفرا نے ذرا سی دیر کو سوچا پھر ہنس دی۔ "نہیں۔"

--*

بیل بجی تو پھر بجتی چلی گئی۔ اقصیٰ نے تیورا کر دروازہ کھولا۔

"اس گھر میں بہرے بستے ہیں کیا۔"

"مجھے کیا پتا جی۔" وہ ملازم نما شخص جھنجلایا ہوا تھا۔

"ارے اب تو بند کر دو۔" وہ دونوں ہاتھ کانوں پر رکھتے ہوئے بولی۔

"میں کیا کروں، وہ تو خود بخود بج رہی ہے۔" وہ جھنجلا کر بولا۔ اقصیٰ تلملا کر دو قدم باہر آئی۔ بیل کو ہلایا، جلایا تو وہ ہچکی لے کر رک گئی۔ اقصیٰ نے فاتحانہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"دیکھا بیل بھی اپنے مالک کو پہچانتی ہے۔"

"تو ٹھیک ہے، آئندہ میں جب بھی آؤں گا آپ کو کہہ دیا کروں گا کہ بی بی بیل بجا دو۔ میں آیا ہوں۔"

"زیادہ بک بک نہیں کرو۔ کیا بات ہے؟" اقصیٰ نے ڈپٹ کر کہا۔

"یہ ہمارے صاحب نے بھیجا ہے عفرا بی بی کے لیے۔" اس نے گلدستہ اور کارڈ اس کی طرف بڑھایا۔

"ٹھیک ہے، شکریہ بول دینا ان سے۔" اقصیٰ دروازہ بند کر کے پلٹی۔ کارڈ کھول کر ایک نظر اس پر ڈالی پھر عفرا سے کہنے لگی۔

"سنو! اگر اس کو نہ پھاڑنے کا وعدہ کرو۔ تب میں تمہیں دے سکتی ہوں۔" عفرا کا دل دھڑک گیا۔

"دو۔" اس نے ہاتھ بڑھایا۔

"پھاڑو گی تو نہیں۔" اقصیٰ نے ڈرتے ڈرتے کارڈ اس کی طرف بڑھایا۔ نورا نے لپک کر گلدستہ اپنے قبضے میں لیا پھر اقصیٰ کی طرف دیکھ کر کہنے لگی۔

"پہلے کارڈ کا حشر دیکھ لوں۔" عفرا نے دونوں کو گھورتے ہوئے نیوایر کارڈ کھولا۔ ایک نظم جگمگا رہی تھی۔

صدیوں کے فاصلوں سے تو
میرے لیے ہے منتظر!
تیرے لیے ہوں منتظر
قرنوں کی دوریوں سے میں
دشت شب فراق میں
ایسے سلگ رہا ہے تو
جیسے کنار ہست پر
دیے سے جل رہا ہوں میں
تو ہے وہ در کہ اگر کھلے
مجھ کو وہ اک دیا ملے
لرزاں ہے جس کی نوک پر
میرے مقدروں کی لو
تو میری قسمتوں کی لو
میں تیری جاں کا آئینہ
دونوں ملیں تو ختم ہو
کرب فراق جسم و جاں

وہ منہ پر ہاتھ رکھ کر دھیرے سے مسکائی۔ اقصیٰ نے فوراً "نعرہ لگایا۔

"کزی مان گئی۔" ساتھ ہی گویا بھنگڑا ڈالا تھا۔ جواباً "نانی اماں کی چپل اس کا مزاج پوچھ گئی۔

"ادھر آمیں تجھے کرواتی ہوں بھنگڑا۔"

نورا نے اس کے ہاتھ میں گلدستہ تھما دیا۔ ایسے ہی گلاب اس کے دل میں بھی کھل گئے تھے۔ وہ کارڈ چھپا کر ہنستی چلی گئی۔

------*

"عجیب فلمی سچویشن تھی۔ ہیروئن نفرت ..... نفرت کے نعرے لگاتی آگے آگے تھی۔ ہیرو صاحب محبت کا علم اٹھائے پیچھے پیچھے۔"

"یہ جو کچھ تو نے کیا تھا نا فاران اگر عفرا کو معلوم ہوجائے تو تیرا وجود اس روئے زمین پر کہیں نظر نہ آئے۔" شاہ زر نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"ایک تو میں نے تمہاری خاطر اتنی زبردستی سچویشن پیدا کی۔ چوکیدار سے لے کر آدھے اسٹاف کو پیسے دیے۔ خاص طور پر اس ناصر کو۔ دیکھا تھا کیسے بڑھ بڑھ کر بول رہا تھا۔ اوپر سے وہ سارے مجھ سے پوچھ رہے تھے آخر اس ڈرامے کی کیا ضرورت ہے۔ کیا بتاؤں کیسے کیسے بہانے بنائے۔ پاپا کا ڈر الگ تھا۔" فاران اس کے پاس صوفے پر دھپ سے بیٹھا۔

"اور اگر وہ میرے بجائے لالہ جی کو کال کرلیتی تو؟" شاہ زر نے کہا تو وہ ہنسنے لگا۔

"امپاسبل! وہ تمہارے سوا کسی کو کال کر ہی نہیں سکتی تھی۔ مجھے معلوم تھا لوہا گرم ہے۔"

"ایک لمحے کو تو میں بھی چکرا گیا تھا۔" شاہ زر نے ہنستے ہوئے کہا۔

"یار شاہ زر! تمہارے چکر تو ٹھیک ہوگئے۔ اب ذرا میرا کام بھی تو کرو۔" فاران اس کے نزدیک کھسک کر اس کا کالر جھاڑنے لگا۔

"کون سا کام؟" شاہ زر نے تعجب سے پوچھا۔

"وہ میں نے سنا ہے، تمہاری ہونے والی چھوٹی سالی۔" وہ ذرا شرما گیا۔ "عفرا بتا رہی تھی۔ اسے مصور بہت اچھے لگتے ہیں۔"

"اب نہیں لگتے۔" شاہ زر نے اطمینان سے کہا۔

"کیا مطلب۔؟"

"اب اس کو شاعر اچھے لگتے ہیں۔"

"یار! میں شاعر بننے کو بھی تیار ہوں۔" وہ فوراً بولا۔ تب ہی دروازہ دھاڑ سے کھلا۔

عفرا کا تپا ہوا چہرہ سامنے تھا۔

"تو وہ سب فراڈ تھا۔ ڈرامہ کھیلا گیا میرے ساتھ اور میں اتنی بے وقوف کہ۔۔۔۔" وہ ادھر ادھر کچھ مارنے کو ڈھونڈ رہی تھی۔ "میں کسی کو نہیں چھوڑوں گی۔"

جیسے ہی عفرا کے ہاتھ پیپر ویٹ آیا تھا۔ فاران نے تیزی سے کرسی کے پیچھے دفاعی پوزیشن سنبھالی تھی۔ جب نظر شاہ زر پر پڑی تو کھسیا کر کھڑا ہوا۔ وہ ہنوز اسی زاویے پر بیٹھا تھا۔

"جناب کو کوئی خطرہ نہیں ان سے۔" فاران نے پوچھا۔

"نہیں۔" شاہ زر مسکرایا۔ عفرا کو اور تاؤ آگیا۔

"میں کسی کو نہیں بخشوں گی۔" اس نے طیش میں پیپر ویٹ گھما کر پھینکا۔ فاران بروقت نیچے بیٹھا۔ ٹھاہ کی آواز آئی اور ساتھ ہی شیشہ کرچی کرچی ہو کر بکھر گیا تھا۔

"یہ کیا۔؟" فاران بھنا کر اٹھا تھا۔ "یہ شیشہ آپ کے باپ کا تھا۔"

"نہیں، آپ کے باپ کا تھا۔" وہ ترکی بہ ترکی بولی۔

"تم نے یہ شیشہ کیوں توڑا؟ اس کا کیا قصور تھا۔؟"

"قصور تمہارا تھا۔ تم کیوں نیچے بیٹھے۔"

وہ دونوں تکرار کررہے تھے اور شاہ زر سوچ رہا تھا۔ نام نہاد 'انا اور نفرتوں' کی دھول چہروں سے ڈھل جائے تو اندر سے کیسے نکھرے ستھرے چہرے نکل آتے ہیں۔ جیسے سرسوں کے کھیت پر پہلا اجالا پھیلا ہو۔